قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ۝

(قرآن پارہ 6 رکوع 7 سورہ مائدہ آیت 15)

(تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی)

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۝ (القرآن۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 257)

حضور نبی کریم، نورِ مجسم، خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، فخر الاولین و آخرین

مُحَمَّدْ مُصْطَفٰے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و بارک وسلم

کی بے مثال بشریت نورانیت

(از ارشاداتِ عالیہ حضرت سرکارِ کیلانی)

(قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز)

بفرمانش

جگر گوشہ پیر کیلانی صاحبزادہ پیر سیّد محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی

☆☆☆

مرتبہ: احقر محمد نذیر خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

CS CamScanner

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝

(قرآن، پارہ 6 رکوع 7 سورہ مائدہ آیت 15)

(تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی)

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝ (القرآن۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 257)

حضور نبی کریم، نورِ مجسم، خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، فخر الاولین و آخرین

مُحمّد مُصطفٰے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و بارک وسلم

کی بے مثال بشریت و نورانیت

(از ارشاداتِ عالیہ حضرت سرکارِ کیلانی)

(قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز)

بفرمائش

جگر گوشہ پیر کیلانی صاحبزادہ پیر سید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی

☆☆☆

مرتبہ: احقر محمد نذیر خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

☆☆☆

دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

CamScanner

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيۡبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ

بفیضانِ نظر: سرتاج الاولیاء، فخر الاصفیاء، قیوم العصر، شیخ المشائخ حضرت الحاج پیر سیّد محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

بفرمائش: سیّدی وسندی پیر سیّد حضرت محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ جگر گوشہ پیر کیلانی المعروف چن جی سرکار

☆☆☆☆☆

نام کتاب .... حضور نبی کریم، نورِ مجسم، رؤف الرحیم ﷺ کی بے مثال بشریت ونورانیت

از ارشادات عالیہ .... سرکار کیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتبہ: .... احقر محمد نذیر خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ساکن چک جانو کلاح تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین

نظر ثانی: .... علامہ مفتی احسان اللہ نقشبندی مجددی کیلانی مدظلہ العالی مدرس جامع مدینۃ العلم، گوجرانوالہ

ناشر .... بزم پیر کیلانی تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین

سن اشاعت 2013ء

تعداد .... ایک ہزار

برائے .... دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر السادات، فخر اہل سنت و جماعت، عالمی مبلغ اسلام، پروردہِ آغوش ولایت، ابوالحسنین حضرت پیر سید الحاج محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ المعروف چن جی سرکار بندہ ناچیز کے آقا ومولیٰ نے مورخہ 2 مارچ 2013ء کو اڈا پاہڑیانوالی تحصیل پھالیہ میں ایک بیلی کی رہائش پر بزم پیر کیلانی تحصیل پھالیہ کے اراکین سے خطاب فرمایا۔ اس میں بندہ ناچیز کو حکم فرمایا کہ حضرت سرکار کیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کی کتاب ''الانسان فی القرآن'' اور'' آپ کے خادم خاص پیر سیّد منیر حسین شاہ صاحب کی تصنیف ''انشراح الصدور'' سے خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمتہ للعالمین، فخر الاولین وآخرین حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و اصحابہ وازواجہ وبارک وسلم کی بے مثال بشریت ونورانیت سے متعلقہ مواد اخذ کر کے ایک مختصر سا رسالہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے تحریر کرواور اس کو بزم پیر کیلانی چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرے عظیم المرتبہ صاحب تحقیق بزرگ کے کلام کے مضمرات واشارات اور تمام گوشے درحقیقت اسی پایہ کے صاحب دل بزرگ ہی پر پورے طور سے روشن ومنکشف ہو سکتے ہیں اور مجھ جیسے طفل مکتب کے لئے ایسے عظیم المرتبہ محقق بزرگ کے کلام کو کماحقہ سمجھنا اور اس سے کچھ اخذ کرنا ایک مشکل کام ہے تاہم الامر فوق الادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مذکورہ کتابوں سے کچھ اقتباسات جمع کر کے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ مذکورہ کتب کی عربی اور فارسی عبارات کو طوالت کے خوف سے چھوڑ کر ان کا اردو ترجمہ تحریر کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

احقر: محمد نذیر

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

CamScanner

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ ط

تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہے جس نے اپنی الوہیت وربوبیت کے اظہار کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام سے ابتداء فرمائی اوران کوعلم لدن (علم خداداذوہ علم جووحی یاالہام وغیرہ کے ذریعے حاصل ہو) سے عالم فرما کرانسان کی رہنمائی کا سبب بنایا۔اس سلسلہ کا آغاز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کرایک لاکھ چوبیس ہزارکم وبیش کا شجر رسالت یکے بعد دیگرے حسب ضرورت علم وکتاب اور معجزات سے بہرہ ورفرما کرہماری رہنمائی کے لئے مرسل کیااوراختتام حضور نبی کریم' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ہوااورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین کالقب عطا فرماکر سلسلہ نبوت کوتکمیل تک اورشجر رسالت کوثمر تک پہنچایا۔

لیکن کفاراوراہل کتاب کی آنکھیں جومدت سے آخرالزماں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی منتظر تھیں جب ایک دریتیم اورایک اُمی پر(بغیرکسی سے پڑھے ہوئے' پڑھاہوا) پڑیں تو تاج رسالت جو آفتاب سے زیادہ روشن' کل انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت اورتصدیق کے ساتھ رحمتہ للعالمین کے سرپرفخروناز لئے کھڑاتھا۔اس سے شناسا (پہچاناہوا' واقف) نہ ہوسکیں۔مطابق فرمان باری تعالیٰ

(ترجمہ)''کیاانہوں نے پہچانانہیں اپنے رسول کوکہ وہ اس سے منکراورناشناسا ہورہے ہیں؟''(پ18'ر4)

تعجب کی روسے اوردوسرے بظاہروجہ پر' کیانہیں پہچاناانہوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امانت' سچائی' تحمل' وفاکرم' مروت (بہادری' جوان مردی)' خوش خوئی اورکمال علم کے ساتھ باوصف اس کے کہ انہوں نے علم حاصل نہیں کیا۔تو وہ کافراس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکراورنہ پہچاننے والے ہوں؟ یعنی ایسانہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوپہچانتے ہی نہ ہوں تاکہ انکارکریں اورکہیں کہ یہ بیگانہ ہے۔ہم اس کاحال نہیں جانتے۔یہ اعتبار کی روسے۔لیکن جب ان کی نظریں صرف ظاہریعنی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت:

پررہ گئیں توان کوانکارہی آسان معلوم ہوااورسیاہی قلب سے لکھی ہوئی کتاب کواپنے سامعین کے روبرواس طرح پیش کیاجس طرح پہلوں نے کہاتھاکہ

بعض مشکل الفاظ کاترجمہ آسان اردوالفاظ میں کردیاگیاہے جوکہ بریکٹ میں درج ہے۔

(ترجمہ) ''کہ یہ تو تمہیں جیسا آدمی ہے۔ جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اس طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور جو پانی وغیرہ تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو اس وقت تم گھاٹے میں پڑ گئے۔'' (پ18 'ر3)

اور جب پیغمبروں نے انہی سرداروں اور قوم کے آسودہ حال لوگوں کو دعوت دی اور اس حیات ابدی اور بے نہایت نعمت کی طرف بلایا جس کو وہ نہ چاہتے تھے اور نہ ہی اعتقاد رکھتے تھے تو مرسلوں کو یہی جواب دیا

(ترجمہ) ''تو ان کی قوم سے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیروکار وہی لوگ ہوتے ہیں جو رذیل (کمینے) ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور کرنے سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کچھ فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔'' (پ12 'ر3)

گو انکار کفار کی وجہ پر تھا مگر یہاں تو صرف ظاہری اسباب پر ہی نظر تھی اور باطن میں یقین لانا محال (مشکل) ۔اس لئے خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں سے یہی جواب ملا

(ترجمہ) ''کہا کہ اے قوم! اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے باندھ سکتے ہیں۔ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔'' (پ12 'ر3)

لیکن جب بہترین زمانوں میں میرے زمانہ کا وقت آیا اور شجر رسالت جڑ سے لے کر آہستہ آہستہ پتے' ٹہنیاں اور پھول نکالتا ہوا بار آور ہوا تو پہلے دین منسوخ ہو گئے اور باطل کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا' آتش کدے سرد ہو گئے۔ قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے۔ بت پرستوں کے دلوں سے بتوں کی وقعت جاتی رہی۔ زمین و آسمان میں انوار بے نہایت غمام کی صورت میں ہویدا ہوئے' دین ہمیشہ کے لئے کامل کر دیا گیا۔ تب مولیٰ کریم نے حجت ختم کرنے کے لئے کافروں کے جواب میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) ''کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دو کہ اور کچھ نہیں (یعنی تمہاری ہی عقل و سمجھ کے مطابق) ایک تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ معبود تمہارا معبود ایک ہی ہے۔'' (پ16 'ر3)

تا کہ اسی کی عادت کی جائے۔ تو اس میں کفار کے لئے دو مفاد ظاہر ہوئے۔ ایک تو اگر یہ ایمان لے آئیں گے تو خود بخود جان پہچان لیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر بشریت کے رو سے تو مثل ہی ہیں لیکن حقیقت میں مثل نہیں ہیں۔ دوسرے نہ ماننے والوں کے لئے حجت قائم ہو جائے گی۔ باوجود اس امر کے بھی کفار کئی باتیں بتاتے تھے مثلاً اور کہتے کہ پیغمبر پر فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا؟ جوان

کے ساتھ رہتا۔ جواب میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''ہاں اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہو جاتا۔ پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم (ان کے کہنے کے مطابق) کسی فرشتے کو بھیجتے تو ضرور تھا کہ اسے مرد کی صورت میں بھیجتے تو جس شبہ میں پڑے ہوئے ہیں پھر اسی اشتباہ میں پڑ جاتے۔''

(پ 7'7)

مگر اس تشبیہ کا سوائے اعتقاد کفار یا جواب کفار کے سارے قرآن مجید میں اول سے آخر تک کہیں (مِثْلِنَا یا مِثْلُکُمْ) ذکر تک نہیں۔ اب تعجب تو یہ ہے کہ نام نہاد مسلمان بلکہ علمائے دین متین توحید خالص کی تعمیر کو اوپر سے شروع کرنے لگے ہیں اور اس کے لئے اینٹ اور مصالحہ کفار ہی کے بھٹہ سے لے رہے ہیں تاکہ عوام کو شرک زعمی (گمان' غرور) سے بچانے کے لئے اس لباس میں ملبوس کر دیں جس میں آفتاب نبوت کی شعاعیں نہ پہنچیں۔ ہیہات (ہائے افسوس)۔ ورنہ مومنوں کے لئے کلام پاک میں جو ارشاد ہے وہ اس کے سخت برخلاف ہے دیکھو! بخطاب مومن کیا فرما رہے ہیں۔

(ترجمہ) ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے حضور نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' (پ 26'ع1)

مولیٰ کریم اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''ہم نے انسان کو گناہ اور ثواب کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔''

(پ 30' سورۃ الشمس)

تاکہ گناہ سے متقی (ڈرے) ہو اور اعمال صالح میں سائی (کوشش کرنے والا) اور گناہ کے استغفار کرنے والا' تائب ہونے والا اور توفیق من اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔ سب گناہوں سے وہ معصیت (گناہ) زیادہ سخت اور خطرناک ہے' جس کا انسان کو علم ہی نہ ہو۔ ہر ایک چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور گناہ و ثواب حال کے تغیر کا سبب اور دل کی زندگی اور موت کے موجب ہیں۔ تو جب تک دل نور ایمانی سے روشن اور زندہ ہے' معصیت کی پہچان اور اطلاع ضرور ہوتی ہے اور وہ گناہ جو نور ایمانی اور حیات ابدی کے لئے زہر ہلاک کرنے والا اور وہ تیز ہوا جو اس چراغ کو فوراً گل کر دے اور کفر تاریکی ایسا ڈھانپ لے کہ وہ ضیاء (روشنی) جس سے علم معصیت کا امکان تھا' معدوم ہو جائے تو پھر شعور نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے جیسے کہ مولیٰ کریم فرماتے ہیں کہ گناہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں (نفس کی برائیوں سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں) اسی لئے نہایت کرم لطف سے مومنوں کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو سمجھتے اور بولتے بلاتے ہو' اپنی مثل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سمجھنا اور نہ ہی ایک

دوسرے کی مثل بلند آواز نکالنا ورنہ ایسے گمراہ ہو جاؤ گے کہ تم کو شعور بھی نہ ہوگا اور تمہاری عقلیں ماری جائیں گی۔

آہ! آج کل تو بجائے نور ہدایت علم کے سیاہی علم نے عقلوں کو ڈھانپ ہی لیا ہے ورنہ کچھ بھی سمجھ ہوتو کلام الٰہی ایسی فاضل ہے کہ کوئی دقیقہ باقی ہی نہیں رہتا۔ بشراً رسول اور عبدہ ورسولہ میں کسی کو بھی کلام نہیں بلکہ یہ لازمی اور ضروری ہے تاکہ ہماری تعلیم میں جنسیت اور مطابقت کے لحاظ سے آسانی ہو سکے اور تاکہ نسبت فیض کا ورود باآسانی پہنچ سکے۔ ورنہ اگر عدل وانصاف سے کچھ بھی موازنہ ہوتو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی خاصیت وحقیقت تو درکنار ظاہراً بھی کوئی چیز ہماری مثل نہ تھی اور علماء متقدمین ومتاخرین میں سے اکثر اہل حق وتحقیق نے اس کی تصریح (واضح طور پر بیان کرنا) فرمائی ہے۔ بطور استشہاد چند ایک حوالہ جات درج ذیل ہیں:

1۔تفسیر کبیر، جلد ثانی، مطبوعہ مصر، صفحہ 440، سطر 22۔ زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ الایہ ۔

ترجمہ: یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے مخالف ہے۔

2۔تفسیر کبیر، جلد پنجم، صفحہ 496، سطر 13، مصری، سورۃ کہف۔

ترجمہ: یعنی جواہر نفوس مختلف الماہیت ہیں۔ بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مطہرہ کی ماہیت سے وہ جداگانہ ہے اس لئے نفس بشریت میں مساوات اور مماثلت کسی انسان سے نہیں۔

3۔تفسیر کبیر، جلد دوم، صفحہ 439، 440، سطر 35، مصری۔

ترجمہ: یعنی جانو کہ رسالت کہاں رکھی جاتی ہے اور حلیمی نے کتاب منہاج میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے قوی جسمانی اور قوی روحانی میں جدا ہیں۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے لئے زمین کو سمیٹا گیا۔ پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قائم اور سیدھی کرو نماز میں اپنی صفوں کو اور مل کر کھڑے ہو۔ پس تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی۔

4۔ تفسیر فتح العزیز، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، پارہ عم، صفحہ 218

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات: (فارسی عبارت کا اردو ترجمہ)

وہ خصوصیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو دی گئیں:

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک سے بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے دیکھتے تھے۔

(2) اور رات کو اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کو اور روشنی میں۔

(3) آپ کے منہ مبارک کا لعاب کڑوے پانی کو میٹھا کر دیتا۔
(4) اور شیر خوار بچوں کے منہ میں آپ اپنے دہن مبارک سے ایک قطرہ ٹپکاتے' وہ بچے سارا دن شکم سیر رہتے اور دودھ نہ مانگتے۔ جیسا کہ عاشورہ کے دن اہل بیت کے بچوں پر تجربہ ہوا۔
(5) آپ کے بغل مبارک نہایت سفید وصاف شفاف تھے۔ ان میں بال مطلق نہیں تھے۔
(6) آپ کی آواز مبارک اتنی دور پہنچتی کہ دوسرے لوگوں کی اس سے سوویں حصے تک بھی نہ پہنچتی۔ اسی طرح آپ اتنی دوری سے سنتے کہ دوسرا کوئی نہ سن سکتا۔
(7) آپ کے چشم مبارک سو جاتے لیکن دل بیدار رہتا۔
(8) ساری عمر آپ کو بلغم (کھنگار) نہیں آیا۔
(9) آپ کو کبھی احتلام نہ ہوا۔
(10) آپ کا پسینہ مبارک کستوری سے بھی زیادہ خوشبوناک تھا۔ اس حد تک کہ اگر آپ کسی گلی میں گزر جاتے تو لوگ آپ کی اس خوشبو سے جو ہوا میں رچ بس جاتی آپ کے پیچھے پیچھے آجاتے اور پہچان جاتے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔
(11) کسی آدمی نے آپ کا فضلہ (براز) زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے کستوری کی طرح خوشبو آتی۔
(12) ولادت کے وقت آپ مختون پیدا ہوئے۔
(13) اور ناف بریدہ تھے' نہایت پاک صاف' کسی قسم کی نجاست وآلائش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نہ تھی۔
(14) اور ولادت کے وقت جب آپ زمین پر تشریف لائے اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا۔
(15) نیز آپ کی ولادت کے وقت ایسا نور متجلی ہوا کہ آپ کی والدہ محترمہ نے اس کی روشنی میں شام کے شہر دیکھے۔
(16) آپ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔
(17) اور چاند آپ سے جھولے میں باتیں کرتا تھا۔
(18) گرمی کے موسم میں ہمیشہ آپ پر بادل سایہ کئے رہتا۔
(19) اگر آپ کسی درخت کے پاس تشریف لاتے تو درخت سایہ کے لئے آپ پر جھک جاتا۔
(20) آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔
(21) آپ کو جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔
(22) آپ کے کپڑوں اور جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

CamScanner

(23) اگر آپ کسی جانور پر سواری فرماتے تو وہ جانور سواری کی مدت تک بول و براز نہ کرتا۔
(24) عالم ارواح میں آپ ہی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔
(25) اور الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ نے بلیٰ فرمایا۔
(26) معراج کی سیر آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔
(27) اور براق کی سواری بھی آپ ہی کے ساتھ مختص۔
(28) اور آسمانوں پر جانا اور قاب قوسین (دو کمانوں) تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا بھی آپ ہی کا حصہ ہے۔
(29) اور آپ کے جاہ و حشم کی خاطر فرشتوں کا فوج کی طرح آپ کے ساتھ رہنا اور جنگوں میں شریک ہو کر کفار کے ساتھ لڑنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔
(30) شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے کرنا) اور دوسرے کئی عجیب و غریب معجزے آپ ہی کو دیئے گئے۔
(31) قیامت کے دن جو کچھ آپ کو دیا جائے گا اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔
(32) سب سے پہلے آپ ہی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔
(33) میدان حشر میں آپ براق پر سوار ہوں گے۔
(34) اور ستر ہزار فرشتے آپ کے گرداگرد جلوہ وار ہوں گے۔
(35) اور عرش معلیٰ کی دائیں جانب کرسی پر آپ ہی کو جگہ دی جائے گی۔
(36) مقام محمود سے آپ ہی کو مشرف کیا جائے گا۔
(37) لواء الحمد (خداوند تعالیٰ کی حمد وثناء کا جھنڈا) آپ ہی کے دست اقدس میں دیا جائے گا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی تمام (ایماندار) اولاد اس کے نیچے ہوگی۔
(38) تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی امت کے ساتھ آپ کے پیچھے ہوں گے۔
(39) خداوند جل وعلیٰ کا دیدار آپ ہی سے شروع ہوگا۔
(40) شفاعت عظمیٰ کا سہرا آپ ہی کے رخ انور پر بندھے گا۔
(41) سب سے پہلے پل صراط پر سے آپ ہی گزریں گے اور تمام خلقت کو حکم ہوگا کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں تا کہ آپ کی دختر سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزریں۔
(42) آپ ہی جنت کا دروازہ کھولیں گے۔
(43) قیامت کے روز آپ کو وسیلہ کے مرتبہ سے مشرف کیا جائے گا۔ جو ایک مرتبہ ہے نہایت بلند کہ مخلوق میں سے کسی اور کو میسر نہ ہوگا۔
(44) اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خداوند تعالیٰ کے حضور میں بمنزلہ وزیر ہوں گے اور جو کچھ شرائع میں آپ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے وہ بہت چیزیں ہیں جن کا گننا

CamScanner

طوالت کا باعث ہے۔ بلفظہٖ

5- حدیث صحیح بخاری' جلد اول' صفحہ 246 ' سطر 35 ' مطبوعہ مصر' باب الوصال۔

ترجمہ: یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وصل نہ کرو۔ یعنی روزہ وصل نہ رکھو۔ عرض کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ جو وصل (یعنی متواتر روزے رکھنا) کرتے ہیں اس لئے ہم بھی روزہ وصل رکھیں گے۔ اس پر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔

6- صحیح بخاری' جلد اول' صفحہ 246 ' سطر 37 ' مصری۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال یعنی روزہ وصال سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ جو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُكُمْ کہ تحقیق میں تمہاری مثل یا مانند نہیں ہوں۔

7- صحیح بخاری' جلد اول' صفحہ 247 ' سطر 2 ' مصری۔ ابو ھریرہ

ترجمہ: ''حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وصال کے روزہ کی بابت' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ کہ میں تمہاری شکل وصورت کی مانند نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔''

8- صحیح بخاری' جلد اول' صفحہ 247 ' مصری۔

ترجمہ: ''روایت ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ وصال سے اور فرمایا اِنِّیْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ کہ میں تمہاری شکل وصورت اور خوخصلت کے مانند نہیں ہوں۔''

9- صحیح بخاری' جلد اول' صفحہ 246 ' سطر 9 ' مصری۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو روزہ وصال رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اَيُّكُمْ مِثْلِيْ یعنی تمہارے میں کون میری مانند ہے۔''

10- مواہب اللدنیہ' للشیخ قسطلانی علیہ الرحمہ' جلد اول' صفحہ 248 ' مقصد ثالث۔

ترجمہ: ''یعنی خوب جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف کو ایسی وجہ پر کہ ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا اور نہ ان کے بعد پیدا ہوگا یعنی ان کی مثل یا

نظیر کوئی نہیں ہوگا۔"

11- مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جلد سوم مکتوب 100۔

ترجمہ: "جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "خلقت من نور اللہ" میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ کے صفات ثمانیہ حقیقیہ اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے اور جب صفات حقیقیہ قدیمیہ میں امکان کی بو پائی جاتی ہے تو حضرت واجب الوجود جل شانہ کی صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر پہلی دلیل ہوگا۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالبہ کیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت کے امکان کا منشاء عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں کیونکہ آپ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ جب جہان میں ان سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔" بلفظہ۔

12- مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر سوئم مکتوب 64۔

ترجمہ: "جن مجوبوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا وہ منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور نجات پا گئے۔" بلفظہ

اب غور طلب امر یہ ہے کہ فرقان حمید میں مولیٰ کریم نے فرمایا:

(ترجمہ) "اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے میں اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے۔"

(پ15، ر11)

یہ وہی مرض ہے جس کا علاج نہ ہو سکا۔ یہ وہی حجاب ہے جو کھل نہ سکا۔ یہ وہ سبب ہے جس کی وجہ

سے انکار آسان معلوم ہوا۔ لیکن آج کل نام نہاد مسلمان اس ریت کو عجیب طرح سے حجت پکڑتے ہیں اور منع الناس کا اطلاق بشرا رسولا پر کرتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ یہ انکار کہ آپ بشر نہ تھے' وہی انکار ہے جو کفار کرتے تھے۔ یہ وہی حجاب ہے جس میں وہ محجوب ہو رہے تھے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ بَشَرًا رَّسُوْلًا اور عَبْدًا رَّسُوْلًا میں تو کسی کو کلام ہی نہیں صرف مِثْلُكُمْ میں کلام ہے۔ جیسا کہ اقوال بزرگان دین واحادیث اور تفاسیر سے اوپر گزر چکا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا انکار کی رو سے ہے اور دوسرا فضیلات' مدارج اور نور ایمانی کی رو سے ہے جیسے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو ان کے حسن وصورت کی وجہ سے بے ساختہ بول اٹھیں کہ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا (پاکی ہے اللہ تعالیٰ کو' نہیں ہے یہ بشر) ظاہر ہے کہ ان کا یہ قول محض عزت وتکریم کی وجہ سے تھا۔ انکار کی رو سے نہ تھا اور نہ خوب جانتی تھیں کہ یہ بشر ہے' زلیخا کا غلام ہے اور طعن کی رو سے

(ترجمہ) ''عزیز کی عورت اپنے غلام سے ناجائز خواہش کی ہے اور اس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔''

(پ12' ر14)

بشر کا لفظ کہاں استعمال ہوا اور انسان کا کہاں؟:

معلوم کرنا چاہئے کہ اس خالق موجودات نے انسان کے لئے بشر کا لفظ کس جگہ اور کس وقت استعمال فرمایا ہے اور اس کا وصف کیا ہے؟ دیکھو ذوالجلال والاکرام کا فرمان ہے

(ترجمہ) ''میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے جب اس کو ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دو تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔''

(پ23' ر14)

روح کے بغیر صرف بت انسان کو بشر سے نامزد کیا ہے اور لغت میں بشر کے معنی ردی الخلق چمڑے کے ہیں۔ بعض بزرگوں نے آپ کو سید البشر فرمایا ہے لیکن اس لحاظ سے تو میرے (یعنی اعلیٰ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ خطاب بھی مذموم ہی ہے۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت باری تعالیٰ نے بھی قبل از ظہور جب بشر اور بشریت کا نام تک نہ تھا۔ انسان فرمایا ہے

(ترجمہ) بے شک آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ نہ تھا کچھ چیز ذکر کی گئی۔

(سورۃ الدھر' آیت 1)

اور یہ اسم مبارک اس کا ذاتی ہے۔ جو تمام صفات کا جامع اور احسن تقویم سے مزین ہے۔ فرمان حضرت باری تعالیٰ:

(ترجمہ) انجیر اور زیتون کی قسم اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (مکہ شریف) کی کہ

ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ (پ 30' ر 20' سورۃ والتین)

باقی سب کے سب نام صفات حسنہ اور سیئہ کے اسموں سے موسوم ہیں جیسے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے آدمی ہو گیا۔ بعدہ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر ایک جان موت کو چکھنے والی ہے) اور بعض جگہ صرف روح کے نام سے ہی مخاطب فرمایا ہے۔ یہاں ہر اسم کے ساتھ آیات کا حوالہ دینا ضروری نہیں۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان ان صفات سے علم رکھتا ہے مثلاً کافر' منافق' فاسق' مشرک اور مسلم' مومن' ولی' نبی' رسول۔ یہ سب کے سب نام صفاتی ہیں۔ جس صفت سے انسان نسبت رکھتا ہے اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان میں کافر' منافق' مشرک' فاسق یا مومن اور مسلمان کا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (بسبب اس چیز کے کہ کماتے تھے) کی وجہ پر ہے۔ لیکن ولایت' نبوت اور رسالت سو یہ وہبی شرف ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (یہ میرے رب کا فضل ہے) اور اَرْسَلْنٰكَ (ہم نے تجھے بھیجا) اس پر شاہد ہے اور اس میں بھی مدارج ہیں۔ گو رسالت میں سب یکساں ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (ہم رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے) لیکن تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی) (پ 3' ر 1) کی حیثیت سے مختلف جیسے نوح نجی اللہ' ابراہیم خلیل اللہ' موسیٰ کلیم اللہ' عیسیٰ روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ہر ایک کو اس صفت سے موصوف فرمایا ہے۔

جس میں وہ ممتاز ہے اور ہر وجود یا وجود سے مطابق مدارج وصفات فعل بھی سرزد ہوتے ہیں مثلاً نجات سے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور خلت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور کلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرفراز اور روحانیت کے کرشمے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوئے۔ جیسے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست' مردہ کو زندہ اور مٹی کا جانور بنا کر ٹھیک اور سچ مچ کا پرندہ بنا دیا قرآن سے ثابت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس لم یزل والا یزال' بے مثل وبے مثال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی صفتوں سے مزین فرما کر مرسل کیا ہے۔

خداوند کریم نے اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کی خلعت سے آراستہ فرمایا:

بعض مفسرین نے سراج کے معنی چراغ کے لئے ہیں اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ چراغ سے دوسرا چراغ بلکہ لاانتہا چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور آفتاب سے ایسا فعل سرزد ہونا ممکن سمجھ کر مفاد کو ملحوظ رکھا ہے لیکن تطبیق قرآن شریف کی رو سے سراجاً منیرا کے معنی شمس ہی کے ہیں۔ گو سراج کے معنی چراغ کے بھی ہو سکتے ہیں لیکن آفتاب کے معنی زیادہ موزوں ہیں کیونکہ جو حقیقت اور مفاد آفتاب سے عیاں ہے چراغ ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور وہ اس لئے کہ چراغ نے بھی آفتاب سے ہی روشنی حاصل کی

وجود چراغ یا بتی سامان ہے اور باقی ہے کیونکہ چراغ کی روشنی کا اصل سرمایہ کوئی روغن ہے۔ ہر روئیدگی جس سے روغن حاصل کرنا ممکن ہے اپنی نشو ونما کے میدان میں آفتاب کی محتاج ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ عالم موجودات کی ہر چیز کو اس خالق یکتا نے عناصر اربعہ یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی ہی سے خلقت کیا ہے۔ نیز فرمایا

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

یعنی ہم نے ہر چیز کی زندگی کو پانی سے وابستہ کیا ہے جب کچھ نہ تھا تو پانی تھا مطابق ارشاد مولیٰ کریم

(ترجمہ) "اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو بیچ چھ دن کے اور تھا عرش اس کا اوپر پانی کے تاکہ آزمائے تم کو کون تم میں سے بہتر عمل میں۔" (پ12، ر1)

اور موجودات کی تخلیق اربعہ عناصر میں سے کسی ایک عنصر سے ہونا روا نہیں ہے اور جو فرمایا

(ترجمہ) "اور البتہ بے شک پیدا کیا ہم نے آدمی کو بجنے والی مٹی سے جو بنی تھی کیچڑ سڑی ہوئی سے اور جنوں کو پیدا کیا ہم نے ان کو پہلے اس سے آگ کی لوؤں سے"۔

(پ14، ر3)

یہ جنسیت کے لحاظ سے اور غلبہ کی رو سے ارشاد مبارک ہے۔ ورنہ یہ امر معروف ہے کہ ہوا کے بغیر زندگی محال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مخلوق اربعہ عناصر ہی سے بنائی گئی ہے اور ذی روح کے جسم کا نظام اور وجود کا ثبات وصحت انہی عناصر کے قریب بہ اعتدال رہنے پر منحصر ہے اور ایک دوسرے کی اضداد کا مستحیل ہو کر اور ترکیب پا کر فنا ہونے کے بعد باہمی اتحاد وامتزاج ایک وجود کے ظہور کا باعث ہے۔ جس میں وجود عناصر کی انفرادیت کا نشان معدوم ہو چکا ہے مثلاً لکڑی میں آگ، مٹی، ہوا اور پانی بعینہ ملنا ناممکن ہے اور یہی حال تمام مخلوق کا ہے۔

مطابق ارشاد مولیٰ کریم تخلیق میں دو درجے ثابت ہوتے ہیں۔ اول عناصر سے اور دوسرا نطفہ یا تخم سے۔ پس ہر تخم میں روح اور جسد پنہاں ہے۔ جس کا ظہور انہی عناصر سے خوراک کا محتاج ہے تاکہ جڑ سے لے کر تنے، ٹہنیوں اور برگ وگل کے مراحل کو طے کرتا ہوا پھل یعنی تخم سے بار آور ہو۔ اور مولیٰ کریم نے اپنی حکمت کاملہ سے کل موجودات کا نظام شمس سے متعلق رکھا ہے۔ جس کے بغیر سلسلہ نشو ونما بالکل ناممکن ہے۔ اس لئے اس کو نظام شمسی کہنا بجا ودرست ہے۔ اس کے پورے بیان میں بہت طول ہے۔ اختصار کے طور پر کچھ حوالہ قرطاس کیا جاتا ہے مثلاً رات اور دن کی آمد ورفت اسی کے چہرہ کے نقاب اور رویت کا نتیجہ ہے۔ موسم کا تغیر وتبدل اسی کے بعد وقرب کے باعث ہے۔ پانی کو اسفل مقام سے اٹھا کر اوج فلک پر پہنچا دینا اور اس سے چمک اور گرج پیدا کرنا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ پہاڑوں کی سخت چٹانوں میں اپنی شعاعوں کے تصرف سے لعل وزمرد کا پیدا کرنا اس کے طبع فیض کا ظہور ہے۔ بجلی اور اس کی طاقت سے

کارخانوں کی حرکت اور دور دراز کی خبروں کے سامان کا مبدا یہی ہے لیکن اس کا تصرف وفیض اور ہر قسم کا مفاد اور دراصل مولیٰ کریم کی طرف سے ہے بلکہ سایہ تک کو بھی جو محض آفتاب کی رویت میں حجاب کے سوا وجود نہیں رکھتا' اپنی ہی جانب منسوب کیا ہے۔ اور سنت الٰہی پر ایک چیز کے فعل کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے مثلاً فرمایا: نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ یعنی ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا جارہا ہے:

(ترجمہ) بھلا تم نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر نشانی ٹھہرایا۔ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ سمیٹ کر اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ (پ 19' ر3)

اسی طرح ہر فعل کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہاں ایک مقام پر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے

(ترجمہ) دیکھو تو کہ جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو' کیا تم اس سے انسان کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟ (پ 27' ر15' سورۂ واقعہ)

فرق صرف یہ ہے کہ ہر شے مثل دانہ یا نطفہ میں تصرف کسی قدر اسباب کی طرف منسوب کیا ہے لیکن تصرف روح کو (جس کے سوا کسی وجود کی بھی پرورش ناممکن ہے اور درحقیقت وہ حق کے فعل کے سوا نہیں ہے) اپنی ذات کے فعل سے ملحق کیا ہے لیکن یہ بھی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ بعض تصرف روحی بھی مخلوف کی طرف منسوب ہیں تاہم ان کی حقیقت بھی حق کی طرف ہی سے ہے۔ جو مخلوق روحی ہیں اور یہ اقسام مخلوق ہیں جیسے زمین و آسمان وَمَا فِيهِنَّ سب مخلوق ہیں اور سب کے سب فانی ہیں۔ لیکن ملائکہ جو نوری وجود رکھتے ہیں' اس مخلوق سے ان کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ انسان' دوزخ اور جنت بھی مخلوق ہیں لیکن ان کو فنا حقیقی نہیں ہے اور مرسلین بشریت کی رو سے یا بنی آدم ہونے کی حیثیت سے انسان ہی ہیں لیکن زمین و آسمان کا فرق ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے جسم میں آنکھ یا حجریات میں لعل یا آئینہ۔ کیونکہ آئینہ باوجود وجود رکھنے کے سایہ نہیں رکھتا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے مکتوبات جلد سوم' مکتوب 100 میں فرمایا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ''پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔'' اسی لئے خام مثالیں بیگانگی ہیں اور شرم وحیا مانع ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی مثال پیش کی جائے۔ مولیٰ کریم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کے لقب سے ممتاز فرمایا ہے۔ اس لئے آفتاب اور آپ کا فرق بیان کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

واضح ہوا کہ الشمس ضیاء کی صفت آفتاب کے لئے ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور۔ سورج دنیا کی تاریکی کو روشنی سے بدلنے والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت کی ظلمات کو مٹا کر نور سے منور کرنے والے ہیں۔ سورج موجودات کی نشوونما کا رہنما اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت کے پودوں

کے ہادی و پیشوا ہیں۔ سورج ہر بار آور کو ثمر تک پہنچانے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن تابع کو کعبہ مقصود تک لے جانے والے ہیں۔ زیادہ تحریر بھی سوءِ ادبی ہے۔ صرف یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ جس طرح عالم موجودات کا سب نظام مولیٰ کریم نے آفتاب پر رکھا ہے اور اس کو رہنما فرمایا ہے اسی طرح عالم روحانیت کا سارا نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھا ہے۔ فرمان ایزد متعال اس پر دال ہے

(ترجمہ) ''اے غیب کی خبریں دینے والے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا۔ اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور اس کے اذن سے اور سورج منور اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے''۔ (پ22'ر3)

(ابتداء سے یہاں تک کتاب الانسان فی القرآن' صفحہ 149 تا 169 ایڈیشن سوئم سے اخذ کیا گیا ہے)

(مندرجہ ذیل بیان کتاب ''انشراح الصدور بتذکرۃ النور ایڈیشن دوم سے اخذ کیا گیا ہے)

مختصر یہ کہ تمام عالم و دنیا کی زندگی اور اس کے اسباب حیات سورج کے تصرف سے وابستہ ہیں اور سورج اس ذات پاک جل وعلا کی مخلوق ہے اور اسی کی طاقت اس میں فاعل ہے۔ ہر کہ و مہ اس کے تصرف سے عالم ہے اور حال وقال سے مقر بلکہ اس کے تصرف کو جو تسلیم نہ کرے اس کو سب لوگ بے وقوف اور جاہل شمار کرتے ہیں۔

اسی طرح اس ذات پاک وحدہٗ لاشریک نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمیر پاک میں اپنی قدرت سے اس طاقت اور تصرف کا اجرا رکھا ہے تو جس طرح سراجاً وھاجاً مادی اور جسمانی زندگی کے لئے رہنما اور موجب حیات تسلیم کرنے میں کسی ذی عقل کو کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوگی اور بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللہِ فَضْلاً کَبِیْرًا اس امر پر دال ہے کہ قیامت تک کے تمام مومنین کے لئے اس ذاتِ پاک کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

اب اگر اس فضل کبیر کی قوت اور طاقت اور تصرف کو تسلیم نہ کیا جائے تو میرے (یعنی اعلیٰ حضرت سید نور الحسن صاحب قدس سرہ) خیال میں کفر سے کم نہیں بلکہ اس کا انکار حقیقت میں اس ذات پاک وحدہ لاشریک ہی کا انکار ہے۔ تو اب تمام مومنین کو کعبہ مقصود تک لے جانے والے اور صاحب رجوع کو اپنے فضل سے اور اپنے ضمیر پاک کے تصرف سے زکی عطا فرمانے والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ تمام عالموں میں سِرَاجًا مُّنِیْرًا کے تصرف کو تسلیم کیا جائے۔

اس ذات پاک نے اپنے انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے۔

(ترجمہ) ''اور میں اپنی تمام نعمتیں بخش دوں اور یہ بھی کہ تم راہِ راست پر چلو (منجملہ اور

نعمتوں کے) میں نے تم میں تمہیں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو کہ تم کو میری آیتیں پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔''

(پ2'ر2)

تو ثابت ہوا کہ مولیٰ کریم اپنے تمام انعامات کی یاد دلاتے ہوئے اور اپنے احسان سے اپنے بندوں کو احسان مند فرماتے ہوئے اپنی سب سے بڑی اور انتہائی نعمت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے کر ان کے فضل سے آگاہ فرمارہے ہیں کہ ''تم پر ہماری آیات تلاوت فرما کر تمہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔'' جو بظاہر صورت میں کفر سے نکال کر اسلام کی طرف لانے اور باطنی طور پر قلب کی کدورتوں کو اپنے سِرَاجًا مُّنِيرًا کے فعل سے دور کر کے منور کرنے کے سوا نہیں ہے۔ اگر اس تصرف کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا مفاد مفقود ہو جاتا ہے۔

وبشر المومنين بان لهم من الله فضلاً كبيراً سے یہ بات ہوتا ہے کہ نہایت تاکید کے ساتھ مومنوں کے لئے اس کا اطلاق علی الدوام (ہمیشہ پر) ہے کہ جب تک مومن دنیا میں موجود ہیں اس وقت تک اس بشارت کا فعل جاری اور ساری ہے۔ جو مِنَ اللهِ فَضْلاً كَبِيْرًا کے مترادف ہے کیونکہ اس کا اطلاق مومن کے لئے شرط ہے اور یہ محال ہے کہ مومن موجود ہوں اور فَضْلاً كَبِيْرًا کا فعل جاری نہ ہو۔ اس لئے معلوم ہوا کہ قیامت تک مومنین کیلئے تصرف جاری اور ساری قرآن پاک سے ثابت ہے۔

حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے ''اَللهُ مُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ'' کہ مولیٰ کریم عطا کرنے والے ہیں اور ہم تقسیم کرنے والے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام نعمات مولیٰ کریم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرماتے ہیں اور آپ تمام جہان میں تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایمان اور اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہی حاصل ہوا ورنہ سب کے سب کفر کے حجاب میں محجوب رہتے۔ جس طرح آفتاب کی ضیاء سے چاند اور ستارے روشن ہوئے۔ اسی طرح حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف پاک سے مومن' ابرار' مقرب' عاشق اور واصل بلکہ يُحْبِبْكُمُ اللهُ کے مطابق محبوبِ خدا تعالیٰ ہو سکتے ہیں۔ اب ان دلائل و براہین قرآن وحدیث کے باوجود کوئی صاحب انکار منکر ہی رہے تو بمصداق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس کی اپنی کور چشمی کا نتیجہ ہے ورنہ مولیٰ کریم کی طرف سے اس انعام واکرام میں کسی کے لئے کچھ بخل نہیں۔

اس وقت اگر کئی صاحب علم تصرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار ہی کو اصل ایمان سمجھتے ہیں تو یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بظاہر حیاتِ دنیوی کے وقت میں بھی

ایسے منکر موجود تھے جن کے متعلق مولیٰ کریم نے یہ فرمان مبارک نازل فرمایا:

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ○"

(ترجمہ) کہ "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض لوگ ایسے ہیں جو آپ کی طرف بظاہر نظر ہی سے دیکھتے ہیں تو آپ ایسے اندھوں کو کیا راہ دکھائیں گے جن کو بصارت قلبی سے کچھ بھی حصہ نہیں۔"

تو ثابت ہوا کہ بصارت قلبی کے سوا صرف بظاہر صورت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا اندھا ہونے کے مترادف ہے۔ تو آج بھی اس صفت سے مزین اور اسی مخالف نسبت سے فیض یافتہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف سے انکار ہی آسان معلوم ہوتا ہے بلکہ ان کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کا انکار ہی عین توحید ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ ورنہ اس نعمت سے فیض یاب اصل توحید سے سیراب عین معنوں اور مقصود کو پانے والے حضرات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(فارسی عبارت کا ترجمہ) "یعنی جو تعلق ربوبیت مولیٰ کریم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ ہم اس تعلق کی رو سے اس کی پرستش کرنے والے ہیں۔ بلکہ اصل توحید کا علم ہی سِرَاجًا مُّنِيْرًا کے نور سے مستفیض ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔"

حضرت شیخ سوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس نسبت فیض سے مستفیض تھے فرماتے ہیں:

آں ذات خداوند کہ مخفی ست زعام
پیدا وعیاں گشت بچشمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل تھوڑے الفاظ میں اس حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ وہ ذاتِ پاک جو تمام عالم سے مخفی ہے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت مبارک ہی سے ظاہر ہوئی۔ اس کا انکار اصل میں حق تعالیٰ کا انکار اور اس ذات پاک کے فَضْلًا كَبِيْرًا کا انکار ہے جس کا نتیجہ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ہے یعنی یہ بظاہر آنکھیں تو اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں اندھے ہو کر ایمان اور اصل توحید سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہیں۔

اصل عقیدہ کیا ہے؟ اور اس پر ایمان نہ رکھنا ہی عین بدنصیبی اور محرومی کا باعث ہے:

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات اور آپ کا تصرف مبارک قیامت تک ہر امتی کیلئے اس کے حال کے مطابق جاری وساری ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا محرومیت کا باعث ہے کیونکہ عقیدہ ہی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد ہی درست نہ ہو تو اس پر عمل بالکل مفقود ہوتا ہے۔ چونکہ اصل مقصود توحید ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور اس کا راستہ اتباع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

گامزن ہو کر سِرَاجًا مُّنِيْرًا کے نور سے فیضیاب ہو کر فَضْلًا كَبِيْرًا کا حق دار ہونا اور اصل توحید سے حصول کا اجرا ہے۔ اگر اس پر اعتقاد ہی نہ ہوگا تو اس طرف رجوع کیسے ہو اور مقصود کو کس طرح حاصل کرنے؟ لہٰذا اس پر اعتقاد ہی نہ رکھنا عین بدنصیبی اور محرومی کا باعث ہے۔

لفظ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ قرآن پاک میں کس جگہ فرمایا گیا اور کس کو مخاطب کر کے فرمایا گیا؟:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت پاک سے تو کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں لیکن مثلکم پر اعتقاد رکھنا قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف ہے۔ بعض صاحبان قرآن پاک سے

"قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"

(سورۂ کہف، آیت 110)

ترجمہ: "اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرمایئے کہ (ظاہری صورت بشری میں تو) میں تم ہی جیسا آدمی ہوں (خدا نہیں ہوں کیونکہ خدا شکل وصورت سے پاک ہے جس کی شکل وصورت ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا اس کا رسول ہوں) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے"۔

(ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(اور یہاں خطاب کفار کو ہے) کو دلیل پکڑ کر اس پر مصر ہیں۔ تو ان کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر بخطاب مومن اس ذات پاک نے بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا ہو تو پھر ہمیں کسی طرح بھی عذر نہیں ہو سکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ الٓمٓ سے والناس تک سارے قرآن مجید میں سے ایک جگہ بھی مخالفین ایسا ثابت نہیں کر سکتے بلکہ قرآن پاک میں ایسا کہنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے:

"وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"

یعنی پوشیدہ پوشیدہ ظالم مشورے کرتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر بشر مثلکم۔

تو اب اگر یہ اعتقاد رکھا جائے تو اس آیت مبارکہ کے مطابق ظلم کا مرتکب ہونا ہے۔ دراصل تمام قرآن شریف میں جہاں بھی مِثْلُكُمْ یا مِثْلُنَا کا ذکر ہوا ہے اعتقاد کفار یا جواب کفار کی وجہ پر فرمایا گیا ہے۔ ہاں اس کے برعکس مومنوں سے یوں خطاب فرمایا۔

ترجمہ: اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (پ 26، ر1)

گو قرآن کے دلائل کی موجودگی میں کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں تاہم اس کی موید کافی ثقہ

باحادیث ملتی ہیں جن میں لست کاحد مثلکم' انی لست کھیئتکم' انی لست مثلکم اور ایکم مثلی کے الفاظ مبارک ملتے ہیں (یہ سب مع حوالہ جات اور مذکورہ بالا آیت مبارکہ اس سے قبل تفصیلاً بیان ہو چکی ہیں) جو صاحب ایمان کے لئے کافی ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ مختلف مواقع پر فرمایا ''میں تم میں سے کسی ایک کی طرح بھی نہیں۔ میں تمہاری شکل وصورت کی طرح نہیں ہوں' میں تمہاری مثل نہیں ہوں' کون ہے تم میں میری مثل۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الفاظ مبارک بھی حدیث شریف میں موجود ہیں ''لَمْ اَرَی قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ'' یعنی ہم نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی آدمی آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب 64 میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے متعلق تحرفرماتے ہیں۔ ترجمہ: ''جن محجوبوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا وہ منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور نجات پا گئے۔''

تو قرآن پاک کی آیات مبارکہ سے ثابت ہو چہ جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل سمجھا جائے۔ دوسرے انسانوں کی طرح آپ سے خطاب کرنا بلکہ آپ کی آواز مبارک سے اپنی آواز کو اونچی کرنا حبط اعمال اور نور ایمانی کو ضائع کر دینے کا باعث ہے اور حدیث مبارک سے بھی ثابت ہو گیا کہ آپ کی مثل ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتا اور فرمان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوری طرح واضح ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثلنا یا مثلکم پر اعتقاد رکھنا عین گمراہی اور محرومی کا سبب ہے۔ لہٰذا مسلمان کو اس اعتقاد سے نفرت اور ایسا اعتقاد رکھنے والوں سے بچنا چاہئے۔

(انشراح الصدور' صفحہ 209 تا 214)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی صفاتِ خاص

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے:

ترجمہ اردو: ''اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور سوچ منور۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ (پ22' ر3)

1-اَرْسَلْنٰکَ:

اس بات پر شاہد ہے کہ اس ذات پاک نے بلا محنت اور بلا طلب بلکہ بلا مجاہدہ محض اپنے فضل وکرم

سے ان پانچ صفات کا خاصہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمیر مبارک میں ودیعت (امانت سپردگی) فرمایا تاکہ منصب نبوت کے لائق تصرف کا اجرا ہو سکے۔ اس سے پہلے کہ ان اوصاف کے متعلق بیان کیا جائے ضروری عرض یہ ہے کہ مولیٰ کریم نے کلام پاک میں جو کچھ بیان فرمایا ہے اس میں مبالغہ کو دخل نہیں ہے عین حقیقت ہے اور جو لقب مولیٰ کریم اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عنایت فرماتے ہیں اس صفت کا اجرا پورے طور پر ودیعت فرما کر اس سے مزین فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل سِرَاجًا مُّنِيْرًا کے بیان میں بیان ہو چکا ہے (یعنی نوح نجی اللہ ابراہیم خلیل اللہ وغیرہ)۔ اصل مطلب یہ کہ جس صفت سے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بلایا یا جس صفت سے مزین فرمایا وہ صفت فعل کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا کی صفت سے نامزد فرمایا جس کا تفصیلاً اس سے قبل بیان ہو چکا ہے اور کچھ آگے آئے گا۔

2-مبشرا:

بشارت دینے والے یعنی خوشخبری دینے والے۔ ظاہری صورت میں قرآن مجید وحدیث شریف کے رو۔ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی صورت سے خوشخبری دینا۔ جنت اور اس کی نعمات اور باطنی صورت میں حال کی ترقی اور حجابات کے دور ہونے کی صورت میں عالم رویا میں بشارت دینا جو حال کے طور پر حقیقت کی صورت میں صاحب حال کے لئے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

3-نذیرا:

ڈرانے والا۔ بظاہر منہیات (وہ باتیں جو شریعت کی رو سے کرنا منع ہیں) کے ارتکاب پر عذاب دوزخ سے ڈرانا اور باطن میں مخاطب نسبت سے متاثر ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک کر یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا کے تصرف سے بچانے کی صورت میں نذیر کے فعل کا فاعل ہوتا ہے۔

4-داعیا الی اللہ باذنہ:

بلانے والے مولیٰ کریم کی طرف یعنی توحید کی طرف ساتھ اذن (اجازت) اس کے۔ تو یہ تصرف باذنہٖ بعینہٖ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح ان کے ضمیر میں اذن ذات پاک کا اجرا ہوا تھا کہ اسی کی دی ہوئی طاقت سے مردے کو زندہ کرنا۔ اسی طرح مولیٰ کریم کی عطا کردہ قوت قدرت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین حق یا توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ اور اب بھی اسی تصرف ہی سے لوگوں کے سینوں کو شفا بخشتے ہیں۔ اور آپ کا تصرف قیامت تک اسی طرح جاری وساری رہے گا۔ (انشراح الصدور ص 206 تا 208)

(مندرجہ ذیل بیان کتاب الانسان فی القرآن ص 170 تا 212 سے اخذ کر کے تحریر کیا گیا ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے پانچ صفات سے متصف فرمایا:

CamScanner

(1) شاہد۔ (2) مبشر۔ (3) نذیر۔ (4) داعی الی اللہ۔ (5) سراجاً منیرا۔

مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ ذات حق کے فرمان یعنی قرآن حکیم کے ذریعے سے معروف ہے۔ اس کی تسلیم میں تو کسی بھی مسلمان کو کلام (اختلاف) نہیں۔ رہا شاہد دسرا جاً منیرا۔ سِرَاجًا مُّنِيرًا کا اس سے قبل کچھ بیان ہو چکا ہے اور کچھ شاہد کے بعد بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ۔ تو اب باقی شاہد رہا۔ سو

5۔ شاہد:

کے معنی گواہ کے ہیں اور یہ دو وجہ پر ہے۔ ایک تو کسی غیر پر اس کے حال سے آگاہی رکھنے والا اور دوسرا اپنے افعال کی وجوہ سے اپنی ذات پر شہادت دینے والا۔ پہلا علم احوال غیر کی وجہ پر شاہد ہے اور دوسرا اپنے حال کی وجہ پر شہید جیسے لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ مجدہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہتے ہیں جو کہ درست ہے۔ اور اس کے لئے کسی علم کی احتیاج لازم نہیں ہے۔ لیکن شاہد کے لئے علوم ظاہری و باطنی کا ہونا از حد ضروری ہے کیونکہ وہ معنی جو شاہد کے لئے لازم ہیں بغیر علم کے مطلق (بالکل) ناممکن ہیں۔ لیکن شاہد اور شہید دونوں صفتوں کا جمع ہونا کمال علم کی دلیل ہے جیسے ارشاد مولیٰ کریم: ''وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا '' یعنی شہید تو کمال وصف ذاتیہ سے اور شاہد وصف فعلیہ سے' جیسا صفات بالذات جو ذات سے متصف ہیں نہ ذات سے منفک ہوئی ہیں اور نہ ہی کبھی ہوں گی۔ اور صفات بالفعل کا تصرف و ظہور الی الخلق ہے۔ گو صفات فعلیہ بھی ذات سے منفک نہیں ہیں لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ صفات بالفعل تابع صفات بالذات ہیں اور صفات بالذات تابع ذات۔

اسی طرح رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شہید کا لقب استعمال فرمایا ہے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔(پ2' ر1)

ترجمہ: ''اور ہوں رسول تم پر گواہ۔''

تو اس میں ہر دو معانی منکشف ہوئے۔ یعنی شہید اپنے حال و ذات کے لئے اور علیکم کی رو سے شاہد امت کے واسطے لہٰذا ان دونوں وصفوں کا جمع ہونا آپ کا کمال حال اور علم کی دلیل ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

خود ذات باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اور یہ تخصیص (خصوصیت) کے رو سے ہے۔ جو قابلیت رسالت اور منصب نبوت کے لئے لازم ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول' مکتوب 99 میں ایک حدیث شریف کے تحت بیان

فرماتے ہیں:

"تنام عینای ولاینام قلبی"

(فارسی عبارت کا ترجمہ) حدیث "میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔"

جو لکھی ہوئی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وضو کے توڑنے والی نہیں اور جبکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کی محافظت میں نگہبان کی طرح ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں۔"

سِرَاجًا مُّنِیْرًا:

رہی سِرَاجًا مُّنِیْرًا کی مثال، جو ذات باری تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فرمائی ہے بالکل عیاں (صاف ظاہر) ہیں۔ اس عزیز الحکیم سے بہتر کون مثال پیش کر سکتا ہے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کیونکہ خالق موجودات، وارث کائنات جس نے ہر چیز کو اس کے اصل سے پیدا کیا اور اس کی نوع کو ظہور کا اسباب بنایا۔ ہر چیز کی حقیقت کا علم اسی عزیز الحکیم ہی کے لئے خاص ہے۔ سوائے اس کے کماحقہ عارف ہونا یا ذات باری تعالیٰ کا سا علم ہونا مخلوق کے لئے روا نہیں ہے۔

لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ (پ3، ر2)

ترجمہ: نہیں احاطہ کرتے ساتھ کسی چیز کے علم اس کے سے مگر ساتھ اس چیز کے کہ وہ چاہے۔

ہاں جس قدر عنایت فرمائیں صرف اسی قدر۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تو اس قادر قیوم نے جیسے عالم موجودات میں شمس کو اس قدر روشنی عطا فرمائی ہے کہ ہر چیز اس کی ضیاء سے روشن اور فیض یاب ہے۔ یہ ضیاء زمین و آسمان وَمَا بَیْنَهُمَا ہر جگہ تمام موجودات پر حاوی ہے، بلکہ کل کائنات و مخلوقات کی حیات کا سبب ہے۔ کوئی جگہ اس سے پوشیدہ نہیں اور یہ ہر چیز کے لئے عیاں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانیت کے جہان میں انہی صفتوں کے ساتھ موصوف ہیں۔ اب اس مثال کی مطابقت بھی من اللہ تعالیٰ ہی ہونی چاہیے تاکہ معانی میں کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ مومنوں کے واسطے ایمان قلب اور نور ایمانی میں افزائش کا باعث ہو۔ مذبذبین کے لئے دلیل ہو اور منکروں پر حجت ہو۔

اے بھائی! مولیٰ کریم تجھے نیک سمجھ دے، اس خالق کائنات نے آفتاب کو نعمت فرمایا ہے اور شکر کے لئے دعوت دی ہے۔ کما قال اللہ۔

ترجمہ: "اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا ہے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔

(سورۂ قصص، آیت 73)

رات اوردن کا ہونا سورج کے پھرنے سے ہے۔ تو اصل میں یہاں منعم کریم کی نعمت شمس کے شکر کے لئے ہی فہمائش کی گئی ہے۔ ہر نعمت کا شکر اس منعم حقیقی کی قدرت کاملہ کی تحمید اور صنعت کی توصیف وتعریف سے ہے اور کفران نعمت محسن حقیقی کے احسان کو فراموش (بھلا دینا) کرنا ہے۔

نعمت کی اقسام:

نعمت دو نوع پر ہے۔ ایک نعمت جسمانی اور دوسری روحانی۔ جسمانی کا دار ومدار میدان دنیا پر ہے اور روحی کا دارالآخرہ پر۔ دنیوی انعام فانی ہیں۔ اور نعمات الآخرہ یعنی روحانی انعام باقی رہنے والے ہیں۔ نعمت دنیا ایک حد تک ضرورت کے پورا کرنے کے بعد متغیر صورت اختیار کرنے سے زحمت ہو جاتی ہے لیکن نعمت عظمیٰ یعنی فی الآخرہ بے انتہا اور تغیر سے مبرا (پاک) ہے مثلاً پیاسے کے لئے نعمت پانی ہے لیکن سیراب کے لئے جو سردی سے کانپ رہا ہو زحمت ہے۔ بھوکے کے لئے کھانا بہت بڑی نعمت ہے لیکن سیری شکم کے بعد کھانا اس کے لئے بلا کا حکم رکھتا ہے۔ جاڑے میں تمازت (گرمی) آفتاب اکسیر ہے لیکن گرمیوں میں بعض اوقات ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

تیسری نعمت وہ ہے جو دین ودنیا میں باعث برکت اور نعمت کا اصل ہے۔ اسلام وایمان، توحید ورسالت، ان سب کا اصل اور ثمر توحید باری تعالیٰ ہے جس کا اول ایمان بالغیب مطابق یومنون بالغیب محض ظن سے ہے اور آخر روئت (تازگی) ہے۔

ان الظن لا یغنی من الحق شیئا

یعنی یقیناً ظن حقیقت سے کچھ بھی مستغنی نہیں کرتا۔

لیکن خبردار ہونا چاہئے کہ سوائے توحید ورسالت کے توحید بھی مذموم اور باعث گمراہی ہے اور صراط مستقیم کی راہروی سوائے نور رسالت کے ناممکن، اور اس کے روگردانی باعث اعمیت وکفران نعمت۔ زمین قلب کو ماسوائے اصل کے پاک کر کے کتنا ہی محنت سے سنوارا جائے اور جب مقصود ڈال کر اعمال صالحہ سے آبپاشی کی جائے، جب تک آفتاب نبوت کی شعاعیں رہنمائی نہ کریں۔ روئیدگی (اگنا، ہریالی) محال (مشکل، ناممکن ہے) اور عمل بے فائدہ۔ کیونکہ ارادہ الٰہی اور سنت اللہ تعالیٰ اسی طرح جاری ہے۔ کلام الٰہی اس کی مصدق اور دلیلیں روشن موجود نص اس پر شاہد اور مثالیں بین عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے نور ایمانی کے ترازو سے موازنہ کرنا چاہے کہ جس طرح مولیٰ کریم نے اپنے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آفتاب منیر سے مثال دی ہے اسی طرح آفتاب رسالت کی شعاعوں میں پرورش پانے والوں، اس نور خدا سے منور ہونے والوں، دین وایمان سے مزین اور ثمر توحید ورسالت اور مقصود حاصل کرنے والوں کی مثال روئیدگی سے بیان فرمائی ہے تا کہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ فرمایا ہے:

ترجمہ: ''وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھو موٹی ہوئی اور پھر نالی پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تا کہ کافروں کا

جی جلائے'' (پ26' ر12)

ہیہات! آج کل تاریکی وظلمات کی گھٹائیں اس قدر محیط (چھا گئیں) ہوگئی ہیں کہ حق و باطل میں تمیز محال ہوگئی ہے۔ ایمان کے میدان میں تسلیم تو درکنار صاف انکار کو صراط مستقیم سمجھ رہے ہیں۔ العلم حجاب الاکبر (علم بہت بڑا حجاب ہے) کے ملبوس' اپنے زعم (گمان' ظن' غرور) کے موحد' نور معرفت سے بے نور' چاہ کو مینار اور مینار کو چاہ جان رہے ہیں۔ سچ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر قابو نہ پاسکے اس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا۔ اور بھی اس کی حقیقت ان تک آئی ہی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ پہلے تھے انہوں نے تکذیب (جھٹلایا) کی تھی۔ سو دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیا ہوا۔'' (پ11' ر9)

لیکن جنہوں نے اس نور سے بصارت قلبی حاصل کی' اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے ان کے سینوں کو شفا بخشی اور یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس نعمت عظمیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت سے عارف ہوئے۔ فرمان باری تعالیٰ

(ترجمہ) ''اور میں اپنی تمام نعمتیں بخش دوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو (منجملہ اور نعمتوں کے) میں نے تم میں تمہیں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں اور کتاب وحکمت (دانائی) سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔'' (پ2' ر2)

کی ان کے دلوں نے تصدیق وَیُزَکِّیْکُمْ کے مفاد سے زکی (پاکی) حاصل کرتے ہوئے وَیُعَلِّمُکُمْ سے حاصل کیا۔ تب اس بے بہا دولت سے مومنین کو آگاہ کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

نمبر1: علامہ نبہانی اپنی تحقیق ارقم فرماتے ہیں (ترجمہ) ''میں جو دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مقدس سے زمان خالی ہے نہ مکان' محل خالی ہے' نہ مکان' عرش خالی ہے نہ قلم' زمین خالی ہے نہ سمندر' زمزم زمین خالی ہے نہ پہاڑ' برزخ خالی ہے' نہ قبر غرضیکہ تمام الم کے ذرہ ذرہ میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔

نمبر2: شفا حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شرح ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 117' جلد ثانی فرماتے ہیں:

''یعنی اگر (کسی مسلمان کی ملاقات کو جاؤ) وہ گھر میں موجود نہ ہو تو کہو کہ میرا اسلام ورحمت وبرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ یہ اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ہر اہل اسلام کے گھر میں حاضر رہتی ہے''۔

نمبر3: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا کی یوں تفسیر فرماتے ہیں

(فارسی عبارت کا اردو ترجمہ)

''یعنی ہوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے تم پر گواہ اس لئے کہ آپ نور نبوت کے ساتھ اپنے دین کے ہر دیندار کے رتبہ پر مطلع ہیں کہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے اس میں ترقی سے محجوب ہو گیا وہ کون سا ہے۔ پس آپ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔''

نمبر 4: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد دوم مترجم اردو باب التشہد فصل اول ص 258 پر (چونکہ کتاب ''الانسان فی القرآن'' ص 176 پر صرف فارسی عبارت ہے اس لئے اس کا ترجمہ مذکورہ کتاب سے نقل کیا گیا ہے) حدیث شریف از حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے تحت فرماتے ہیں:

''یعنی دعاء خیر وسلامتی ہو آپ پر اے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی مہربانی اور زیادہ سے زیادہ خیر کرم کا نزول آپ پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں مخاطب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کو اپنی اصلی حالت پر رکھا گیا ہے کہ یہ کلام وگفتگو دراصل شب معراج کو پروردگار عالم تعالیٰ وتقدس کی طرف سے آپ کے ساتھ کی گئی اور سلام کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کے وقت وہی اصل کلمات باقی اور قائم رکھے۔ تا کہ امت کو وہ حال یاد دلایا جائے۔ نیز وہ حالت ہمیشہ کیلئے تمام حالات واوقات میں مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ خصوصاً حالت عبادت میں اور خصوصاً نماز کے آخر میں کہ نورانیت وانکشاف کا وجود اس مقام میں زیادہ اور قوی تر ہوتا ہے اور بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا النَّبِیُّ) اسی بناء پر ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ موجودات کے ذروں اور تمام افرادِ ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذوات کے درمیان حاضر موجود ہوتے ہیں تو نمازی کو چاہئے کہ اس معنی وحقیقت سے آگاہ رہے اور مشاہدہ سے غافل نہ ہو تا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے متنور اور فیضیاب ہو۔''

گو میرے (اعلیٰ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ) مسلک کے خلاف تھا کہ ان سندات کو پیش کیا جائے۔ لیکن تصدیق اور امید مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بزرگان دین کے اقوال مبارک

کو باعث برکت سمجھ کر درج کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کیلئے مفید ہی ثابت ہوں گے۔

شاید میرے وہ مسلمان بھائی جنہوں نے محض خشک اور ظنی توحید کے شجر کو تاویل اور بے اصل اعتراض کے میدان میں کھڑا کیا ہے' کہہ دیں کہ یہ ممتنعات سے ہے۔ میں نہایت ادب سے ملتمس ہوں کہ اس ممتنعات سے ان کا مقصود علم ذاتی ہے یا عطائی؟ امید اغلب (غالب ترین' یقین کے قریب) کہ وہ ذاتی کے علاوہ عطائی کو بھی ممتنعات (ناممکن) ہی سے قرار دیں گے۔ اس اعتراض کے رفع کرنے کے لئے کلام الٰہی اظہر من الشمس (صاف ظاہر) ہے۔

ترجمہ: ''کہ میں تمہارے سامنے بہ شکل پرند مٹی کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے (سچ مچ) کا جانور ہو جاتا ہے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو خدا تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ وہ سب تم کو بتلا دیتا ہوں' اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے (قدرت خدا تعالیٰ کی) نشانی ہے۔'' (پ3' ر13)

اب یہ افعال یعنی مردے کو زندہ کرنا' مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا' مٹی کا جانور بنا کر پھونک مارنے سے سچ مچ کا جانور بن جانا اور لوگوں کے کھانوں اور گھروں کے ذخیروں تک سے مطلع (بتانا) کرنا' اگر یہ سب ممتنعات سے نہیں ہیں تو مردے کو زندہ کرنا اور مٹی سے پرند بنا کر روح پھونکنا ضرور ممتنعات سے ہیں اور ہونے چاہئیں کیونکہ یہ فعل ذات باری تعالیٰ ہیں جو سوائے اس کے غیر کے لائق نہیں اور جیسے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ذکر ہے مثلاً (ترجمہ) اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔'' (پ7' ر13)

اور

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے بارش' اور جانتا ہے جو کچھ بیچ پیٹوں ماؤں کے ہے اور نہیں جانتا کوئی حتیٰ کہ کیا کمائے گا کل کو۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔ خبردار ہے۔'' (پ21' ر13)

ان آیات بینات میں اختلاف لاحق ہوا ہے جس کی تطبیق (مطابقت' موافقت) مشکل بھی ہے اور نہایت ضروری بھی۔ کیونکہ مولیٰ کریم اپنے کلام کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ''بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر یہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔'' (پ5' ر8)

ہے۔

یہ آیت مبارک اس امر کی بین دلیل ہے کہ کلام الٰہی میں اختلاف محال (ناممکن) ہے۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تصور و تصدیق کے موضوع پر علماء کرام نے کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن کو منطق (وہ علم جو منطق دلائل سے حق اور ناحق کو ناحق ثابت کرتا ہے) کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اسی علم کی بساط (طاقت، قدرت) پر چھ تصدیقات بیان فرمائی ہیں:

(1) تصدیق بالذات۔

(2) تصدیق نبوت الذات۔

(3) تصدیق بالرب۔

(4) تصدیق نبوت الرب۔

(5) تصدیق بالحال۔

(6) تصدیق بالحکم اور تحریر فرمایا ہے کہ ان میں پانچ مردود ہیں اور ایک مقبول۔

1-تصدیق بالذات:

یعنی تصدیق ساتھ ذات کے۔ الان کما کان جیسا تھا ویسا ہی ہے اور اسی طرح رہے گا۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد الٰہ واحد (کہو وہ اللہ ایک ہے۔ معبود تمہارا ایک ہے) بخاری شریف میں وارد ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئی وھو الان کما کان (تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی ساتھ اس کے کوئی چیز اور وہ ہے اب بھی جیسا کہ تھا) سوائے واحد یا ذات کے یہاں بیان ہی نہیں، سوائے ذات کے کسی وصف کا عیاں (ظاہر) ہی نہیں۔

2-تصدیق بنعت الذات:

یعنی ان صفات کی نعت یا تعریف جو ذاتیہ ہیں اور یہ سات ہیں:

(i) حی۔ (ii) قدیر۔ (iii) علیم۔ (iv) مرید۔

(v) سمیع۔ (vi) بصیر۔ (vii) کلیم۔

یہ صفات ذاتیہ نہ ذات سے منفک ہوئی ہیں اور نہ ہوں گی۔ ان کو ذات سے اتصال (قرب) ہے جن کا انفصال (جدا ہونا) ناممکن ہے۔

3-تصدیق بالرب:

یہ صفت ربوبیت ہے۔ خواہ اس کا ظہور ہو یا نہ ہو۔ متحقق بالذات ہے۔ یعنی قدرت ربوبیت جو صفت ذاتیہ کے تابع ہے۔

4-تصدیق بنعت الرب:

یہ صفات فیصلہ سے ہے اور ظہور الی الخلق ہے یعنی ربوبیت کی تعریف ہے۔ خواہ جسمانی صورت

سے ہو یا روحانی صورت سے۔

5-تصدیق بالحال:

یہ عبارت حاصل سے ہے۔ نہ اس سے کوئی کماحقہ واقف ہے اور نہ ہونا ممکن۔ یہ ذات باری کو چگونگی (حقیقت) سے ہے جو حرام ہے۔

6-تصدیق بالحکم:

جس کے لئے کوئی ظرف چاہئے اس قادر مطلق کی قدرت کا ظہور فی الخلق ہے۔ پہلی صفات خمسہ (پانچ) تو اس لم یزل والا ایزال بےنظیر و بے مثال ہی کے لائق ہیں۔ سوائے ذوالجلال والاکرام کے کسی کو قدرت اور طاقت نہیں اور نہ ہی کسی کے لئے روا ہیں اور نہ ہی کبھی کسی کے لائق اور روا ہوں گی اور نہ ہی قبل اس کے کبھی ہوئی ہیں لیکن یہ جو چھٹی صورت ہے یعنی اس کے حکم سے' دراصل یہ فعل خداوندی ہے' جو اس کے اذن سے خلق میں برگزیدہ ہستیوں کے لئے مرسل ہوا ہے اسی لئے علم منطق میں ان پانچوں کو مردود کہا گیا ہے اور اس چھٹی کو مقبول یعنی وہ پانچ واقعی ممتنعات سے ہیں اور یہ چھٹی مقبولات سے' جس کا ظہور ہوتا رہا ہے اور ہے اور ہوتا رہے گا۔ جیسا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اوپر گزر چکا ہے۔

اب جس طرح یہ فعل درحقیقت فاعل حقیقی کے سوا نہیں ہے اور اسی کی قدرت کا ظہور ہیں۔ منسوب باذنہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے فیض اور بلاشک وشبہ مخلوق ہیں) کی طرف ہیں۔ اسی طرح ان صفات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرسل کرنے کے ساتھ مختص بالذات ہوئے ہیں۔ بنظر انصاف ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ویسے ہی فرمان باری تعالیٰ ''اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا'' ہے جو تصدیق بالحکم کے ہی مترادف ہے اور اسی کے مطابق دوسری جگہ رب العالمین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

جو متذکرہ بالا پانچوں صفات کا اجمال اور نتیجہ ہے تاکہ رحمتہ للعالمین کا مفاد بتکمیل کے ساتھ ظاہر ہو' کیونکہ جب تک ان اوصاف خمسہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصف نہ ہوں گے رحمتہ للعالمین کا عمل دشوار بلکہ ناممکن ہے اور وہ اس لئے کہ رحمتہ للعالمین کی باران رحمت ایک دو عالموں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام عوالم کے لئے ہے۔ جیسے عالم دنیا میں مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا کی تعلیم سے۔ یعنی تسلیم کنندگان کے لئے بشارت اور منکرین کے لئے وعید تاکہ وہ خوف کریں اور اس خوف سے حصول رجوع الی اللہ ہو۔ اور داعیا الی اللہ ان نعمت عظمیٰ کے لئے جو مقصود فی الدنیا و آخرہ ہے اور سراجا منیرا ہدایت جو سراسر رحمت اور

فیض جو سرتاپا صبغۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کا رنگ) کے مترادف ہے۔ عالمین کیلئے ہے جس سے کوئی عالم بھی محروم نہیں اور مثال اس کی باذنہٖ' مثال آفتاب کی ہے جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ عوالم کی تفصیل ہر کہ ومہ روشن ہے اور یہ دو وجہ پر ہے۔ ایک انسان کے لئے ذاتی ہے اور دوسرا کوئی۔ جیسے عالم موجودات' عالم محسوسات' عالم معلومات' عالم معروفات' عالم امر اور ذاتِ باری تعالیٰ میں ذاتی اثرات وحصول کی رو سے ہے۔ اور کوئی تمام مخلوقات کے لئے ہے۔ ذاتی عوام کا حجاب محجوب کے لئے بمنزلہ عذاب دوزخ کے ہے اور اس کا کشف وحصول اور نعمت عظمیٰ ہے۔ موجودات عالم دنیا ہی کا نام ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ادنیٰ رحمت ظاہر ہے کہ پہلی امتوں میں بداعمالیوں کی وجہ سے صورتیں مسخ ہوتی رہیں۔

کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ (پ1' ر8)

ترجمہ: ''ہو جاؤ بندر ذلیل وخوار'' لیکن آج اس سے زیادہ سخت بدکاریاں ہو رہی ہیں مگر صدقہ رحمۃ للعالمین تا قیامت کوئی گروہ اس صورت سے مسخ نہ ہوگا۔''

دوسرا عالم برزخ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدد ومعاون ہونے کی رو سے مسلمانوں کے لئے رحمت ہیں اور خاص مومنوں کے لئے فیض وبشارت' ولی کے لئے عطا اور مناسبت رکھنے والوں کے لئے نسبت' جملہ انبیاء ومرسلین کیلئے سید المرسلین' خاتم النّبیین' آخر آمد بود فخر الاولین کما قال اللہ تعالیٰ:

(ترجمہ) ''اور جب خدا تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں' پھر جب آئے تمہارے پاس رسول تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ تم اس کے گواہ رہو' میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں۔'' (پ3' ر17)

یہ میثاق ہے۔ جس کا علم سوائے انبیاء کرام کے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ برزخ دو وجہ پر ہے۔ ایک قبل از پیدائش فی الدنیا اور دوسری مابعد الموت۔ ان دونوں کا علم مومنین کے لئے میدان دنیا میں ظن کے سوا نہیں جیسے بخطاب مومن فرمایا۔

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہوا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ حالانکہ پیغمبر خدا تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو باور (یاد) ہو تو وہ تم سے اس بارے میں عہد بھی لے چکا ہے۔'' (پ27' ر17)

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اس امر پر شاہد ہے کہ محض محل یقین کے سوا اس کا کچھ علم نہیں۔ اس کے علاوہ اور جگہ بھی جس قدر یہ میثاق بیان ہوئے ہیں اس طرح ہیں۔ صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا میثاق اَقْرَرْتُمْ اقرار کی رو سے سوالیہ جملہ مولیٰ کریم کی طرف سے اور اَقْرَرْنَا انبیاء علیہم السلام سے وعدہ کی رو

CamScanner

سے اس امر کی دلیل ہے کہ مرسلوں کو عالم روحانیت میں عمل سے علم ہے کیونکہ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کی قید ان کے لئے نہیں ہے۔ دوسری صورت میں اس اقرار کے عمل کی ہے جس کے لئے فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ کی وعید ظاہر ہے۔ وہ بھی عالم برزخ ہی سے ہے۔ عالم مفسرین اس پر ہیں کہ یہ امر امت کے لئے ہے۔ یعنی ہر نبی اپنی امت کو متنبہ کرتا گیا تا کہ جون سی امت اس وقت موجود ہو اس پر عمل کرے لیکن اس کے اسباب اس سے بالکل خلاف ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سوائے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے اور کوئی امت تھی ہی نہیں۔ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کا عمل مفقود ہو جاتا ہے۔ یہ وہ تاویل ہے، جس کے سوا چارہ نہ ہو سکا۔ یہ وہ تفسیر ہے جو اپنے ضمیر کے محل سے اپنی رائے کے دروازہ پر مکاشف (بھید کھولنا) ہوئی۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ سرے سے میثاق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا گیا ہے۔ نہ امت کا ذکر اور نہ وقت پانے کی قید۔ اگر ذرا بھر تعمق (باریک بنی) نظر سے غور کیا جائے تو یہ سب اشکال حل ہو جاتے ہیں جس کی مثالیں موجود ہیں اور عمل ظاہر۔ جیسے لیلۃ الاسریٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت لتؤمنن بہ کا عمل اور تصدیق ہے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں تخفیف کرانے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار دربار رب العزت میں تشریف لے جانے کے لئے عرض کرنا وَلَتَنْصُرُنَّهٗ کے مترادف ہے اور آپ کا یہ استفادہ مشہور ومعروف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

یہ دونوں واقعات حدیث شریف کی اکثر کتابوں کے باب فی المعراج میں مذکور ہیں اور چونکہ حدیثیں طویل ہیں اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف یہ حصہ بطور تصدیق درج ذیل ہے۔

احادیث معراج شریف:

1- ترجمہ: "(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اور بے شک دیکھا میں نے اپنے تئیں انبیاء کی جماعت میں پس ناگہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے ہیں۔ پس ناگہاں موسیٰ علیہ السلام ایک مرد ہیں میانہ قد، مڑے ہوئے بالوں کے گویا کہ وہ مردوں شنوءہ کے سے ہیں اور ناگہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھتے ہیں۔ نزدیک ترین لوگوں کا ساتھ ان کے مشابہت میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ہے۔ پس ناگہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھتے ہیں۔ مشابہ ترین لوگوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یار تمہارا ہے یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس آیا وقت نماز کا پس امام ہوا میں ان کا۔" (رواہ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ)

2- ترجمہ: "(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) پھر فرض کی گئی مجھ پر نماز یعنی پچاس نمازیں ہر دن رات میں۔ پس پھرا میں درگاہ رب العزت سے۔ پس گزرا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پس کہا موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ کس عبارت کے حکم کیا گیا آپ کو؟ کہا کہ حکم کیا گیا ہوں میں ساتھ پچاس نمازوں کے ہر دن میں۔ کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ یقیناً امت آپ کی نہیں ادا کر سکے گی پچاس نمازیں ہر

دن میں قسم اللہ عزوجل کی تحقیق آزمایا ہے میں نے لوگوں کو پہلے آپ کے۔ علاج کیا ہے میں نے بنی اسرائیل کا سخت علاج کرنا۔ پس پھر جاؤ آپ طرف پروردگار اپنے کے اور درخواست کرو اللہ تعالیٰ سے تخفیف کے واسطے امت اپنی کے۔ پس پھر گیا میں پس موقوف کیں مجھ سے دس نمازیں پس پھر پھرا میں طرف موسیٰ کے پس کہا موسیٰ نے مانند اس کلام کے۔ پس پھر گیا میں درگاہ خدا تعالیٰ میں پس کم کیں مجھ سے اور دس نمازیں۔ پس آیا میں نزدیک موسیٰ کے پس کہا مانند اس کے پس گیا میں پس کم کیں مجھ سے دس نمازیں۔ پھر آیا میں موسیٰ کے پاس پس کہا مثل پہلے کلام کے پس پھر گیا میں۔ پس کم کیں مجھ سے اور دس نمازیں پس حکم کیا گیا میں ساتھ دس نمازوں کے ہر روز پس آیا میں موسیٰ کے پاس کہا مانند اس کلام کے پس پھر گیا میں پس حکم کیا گیا میں ساتھ پانچ نمازوں کے ہر روز۔ پھر پھرا میں موسیٰ کی طرف پس کہا موسیٰ نے یقیناً امت آپ کی نہیں طاقت رکھے گی پانچ نمازوں کی ہر روز اور تحقیق میں نے آزمایا ہے لوگوں کو پہلے آپ سے اور علاج کیا میں نے بنی اسرائیل کا سخت ترین علاج پس پھر جا طرف رب العزت اپنے کے اور سوال کر اس سے تخفیف کا اپنی امت کے لئے۔ فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سوال کیا میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہاں تک کہ شرم زدہ ہوا میں اور میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں میں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس جب گزرا میں اس مقام سے آواز دی آواز دینے والے نے کہ جاری کیا میں نے فرض اپنا اور تخفیف کی میں نے اپنے بندوں سے۔ (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ' باب فی المعراج)

آخرت میں منکرین کا انجام کیا ہوگا؟

عالم آخرت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مومنین کے لئے جن کا اعتقاد صحیح ہوگا' دین کی بنیاد درست ہوگی اور ایمان نور رسالت سے منور ہوگا۔ شفاعت کی رو سے رحمت ہوں گے۔ منکرین کے لئے سخت حسرت کا دن ہوگا۔ سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ کل انبیاء بھی نفسی نفسی کہیں گے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی یا رب امتی کی صدا باذن اللہ بلند کریں گے۔ آہ! اس دن علماء سوء جن کے دلوں پر زنگ جم چکا ہے' حرفوں کی سیاہی قلب پر حجاب بن چکی ہے' صرف بظاہر جو بشریت کے لئے اسباب حجاب ہیں' سد راہ ہو چکے ہیں دیکھ لیں گے اور کہیں گے کہ کاش! اگر ضد پر نہ اڑے رہتے تو آج محروم نہ رہتے۔ مگر بے سود اور وہ اس لئے کہ اس دن کا اسلام و ایمان' تسلیم و ایقان خواہ پہاڑ کے برابر ہو' آج کے ذرہ بھر کے برابر بھی نہیں ہے۔

منکرین کے انکار کی وجوہات

اور یہ انکار اور ضد دو وجہ پر ہے۔ ایک علم کی وجہ سے اور دوسری جہالت کی وجہ سے۔ پہلا جو علم کی وجہ پر ہے اگر جان بوجھ کر ہے تو یہ ایسا مرض ہے جس کا علاج ناممکن ہے اور یہ ایسی بلا ہے جو ٹلنے والی نہیں

ہے۔ ایسی گمراہی ہے جس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں ایسی بیگانگی ہے جس کیلیے بیگانگی (لاتعلقی) روا ہی نہیں۔ یہ ایسی ضد ہے جو ہٹنے والی نہیں ہے اور ایسی نوشت (تحریر) ہے جو مٹنے والی ہی نہیں کیونکہ یہ طبیعت کا اصل اور اس کی فرع (شاخ) ہے۔ ابوجہل وابولہب وغیرہ کفار مکہ اور یہود اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر کہا کرتے کہ ہمیں اپنے بچوں کے ہونے میں تو یقین نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہماری عدم موجودگی میں ہماری عورتوں نے کہیں اور جگہ سے حاصل کیے ہوں لیکن اس میں شک وشبہ نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اپنے دعویٰ میں صادق ہیں لیکن اگر ہم ہرگز ایمان نہیں لا سکتے اور نہ ہی لائیں گے۔ مولیٰ کریم شروع کتاب مبین میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''تحقیق جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے اوپر ان کے کیا ڈرایا آپ نے ان کو یا نہ ڈرایا، نہیں ایمان لائیں گے۔ مہر کی اللہ تعالیٰ نے اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے پردہ ہے اور واسطے ان کے عذاب ہے بہت بڑا۔'' (پ1 'ر1)

اب یہ ایسا اشکال ہے جو خلاف سنت اللہ وخلاف قرآن الحمید اور خلاف عمل ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حی القیوم کی طرف سے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ o (اور ڈرا قبیلے اپنے کے نزدیک والوں کو۔ پ19 'ر15) کا فرمان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب الحکم ایک پہاڑی (کوہ صفا) پر تشریف لے گئے اور یامعشر القریش یا معشر القریش کی صدا بلند کی۔ اہل عرب کے لئے یہ ایک ایسی آواز تھی جسے ہر ملک میں کسی مصیبت کے وقت امداد کی غرض سے پکارنا مروج (رواج) ہے چنانچہ سب لوگ اس پہاڑی کے نیچے جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن آ رہا ہے تو تسلیم کرو گے۔ سب کے سب یک زبان ہوئے کہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری عمر گزشتہ میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ہم آپ کو صدیق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سعید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں اس لئے اس بات کا یقین تو درکنار ہم ازروئے تصدیق مسلح ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ تب جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا تعالیٰ فرمایا کہ مجھے اس قادر کریم نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور تبلیغ توحید کا حکم دیا ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ اور شہادت کے لئے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو۔ سب کے سب مفرور ہو گئے اور ان میں کا ایک بھی مومن اور مسلمان نہ ہو سکا۔ سب نے انکار فاش (کھلا) کر دیا۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ انکار کی رو سے سب کافر ہی تھے جن کے لئے ''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ'' (ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ پ1 'ر1) کا خطاب ہو رہا اور یہ محال ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے اصحاب کبار اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے شیر جرار جن کے ہاتھوں خلاف اسلام جنگی کارنامے مشہور ہیں بالآخر مشرف بہ اسلام ہوئے جن کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا

ہوا۔ مشرق سے مغرب تک پر پرچم اسلام لہرا اٹھا۔ تو اریخ کے اوراق انہی کی جانکاہوں (کارناموں) کے ثناخواں ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

بعض لوگ خصوصاً عیسائی بے عملی کی وجہ سے قرآن حکیم پر یہ اعتراض کر بیٹھے ہیں جو سراسر لایعنی ہے کیونکہ اس رحیم وودود نے اپنی سنت کے مطابق رسالت کو خلق کے لئے سرتاپا رحمت بنایا ہے اور دلوں کی تصدیق کے لئے تکمیل۔ تو جب تک تصدیق بالقلب نہ ہو جائے رسالت کا کام باقی رہتا ہے اور کفر یعنی انکار کئی وجوہات سے تھا۔ بعض بے قرار کردینے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔ جن کو مذبذبین بھی فرمایا ہے

(ترجمہ) ''(کم بخت) بیچ میں ہی پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف ہوتے ہیں نہ ان کی طرف۔''(پ5'ر18)

بعض اپنے سرداروں اور قبیلوں کے سبب سے انکار کرتے تھے۔ بعض ڈر کے مارے اپنے ایمان کا اظہار نہ کر سکتے تھے جیسا کہ فرمان ہو رہا ہے:

(ترجمہ) ''اور اگر نہ ہوتے مرد مسلمان اور عورتیں مسلمان' نہیں جانتے تم ان کو یہ کہ کچل ڈالو تم ان کو پس پہنچ جائے تم کو ان سے ایذا بے خبر۔''

(پ26'ر11)

بعض ایسے تھے جن کا ایمان دنیوی عزت کے بحر ظلمات میں غرق ہو رہا تھا۔

ولید بن مغیرہ کا قصہ اسی کے مترادف ہے لیکن ان سب صورتوں میں ختم اللہ کا عمل جاری نہ ہوا۔ ختم اللہ صرف ان کافروں کے لئے مخصوص ہے جن کے دلوں نے تسلیم کر لیا تھا اور یقین ہو گیا تھا کہ واقعی یہ رب العزت کے سچے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں دیکھو فرمان ایزو متعال فرعون اور اس کی قوم کی نسبت کس زور سے شاہد ہو رہا ہے۔

(ترجمہ) ''ان کے دلوں نے تو ان کا یقین کر لیا تھا۔ مگر انہوں نے بے انصافی اور غرور سے انکار کیا۔''(پ19'ر16)

تو مان لینے یا خفیہ ایمان لانے اور تصدیق قلب ہو جانے کے بعد ضد اور غرور سے انکار کرنا ختم اللہ کا سبب ہوتا ہے کیونکہ اب رسالت کا کام ختم ہو چکا' تصدیق رسالت کا حق تھا' ادا ہو چکا۔ اب ان کو ڈرانا مساوی ہو گیا۔ مطابق آیات بینات اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ سے اعراض کرنے والوں' حق کو پہچان کر اعراض کرنے والوں' دنیا کی زندگی کو آخرت کی حیاتی پر ترجیح دینے والوں کو آگاہ کرنے کے لئے' اعراض کو رفع کرنے کے لئے' اختلاف کلام کو مٹانے کے لئے' ہوائے نفس میں غرق شدہ کو بچانے کے لئے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ کی خواب جگانے کے لئے تطبیق قرآن مجید کے

سمجھانے کے لئے کیا ہی اچھا اور بین فیصلہ دیا۔

(ترجمہ) ''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) خدا تعالیٰ نے بھی اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پس کون ہدایت کرے گا اس کو پیچھے اللہ عزوجل کے۔ کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے تم۔'' (پ25' ر19)

لیکن یہ ان لوگوں کی نسبت کا ذکر ہے جنہوں نے جان بوجھ کر اور غرور و تکبر کی رو سے انکار کیا اور اپنی خواہش کے پردہ میں محجوب رہنے کی وجہ سے کافر ہی رہے۔ سوائے ان کے ان کو مزید علم حاصل نہ ہو اور نہ ہی اسلام کی برکات اور نورِ ایمانی سے حصہ ملا۔

دوسرا انکار جہالت کی وجہ سے ہے جو اہل اسلام کی طرف سے پیدا ہوا ہے اور اس میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو قرآن مجید اور احادیث شریف کے اختلافات کی تطبیق سے عاجز ہیں۔ چونکہ انسانی قاعدہ ہے کہ جس چیز سے اس کو حصہ نہ ہو' جس شے کی نسبت اس کے قلب میں اثر رکھتی ہو' مطابقت و مناسبت کا ظہور اس کی زبان سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کا نورِ ایمانی کسی طرف حکم لگانے کے لئے مقتضی نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں وہ کسی مواخذہ کے قابل نہیں۔ لیکن آج یہ لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ جو اثبات توحید کے لئے حق و ناحق دونوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید وحدیث شریف کے بجائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم:

بیان کرنے کے لئے نفی علم کی آیات و احادیث منتخب کرتے ہیں اور گستاخانہ و بے باکانہ کلمات خبیثہ سے اپنے انکار پر مصر ہیں۔ طبقہ جہلاء نے بوجہ مطابقت و مناسبت ان سے موافقت کر رکھی ہے اور ان کے اقوال کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے وحی جلی کے کچھ بھی علم نہ تھا'' حالانکہ یہ مطابق

(ترجمہ) ''اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے یا کوئی فرشتہ بھیج دے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے جو خدا تعالیٰ چاہے۔ القا کرے۔'' (پ25' ر6) نص کے خلاف ہے۔

نیز رحمۃ للعالمین خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (سخت تعجب سے حیرانگی ہے کہ) کس قدر سخت انکار ہے۔ امید اغلب بلکہ یقین ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین خاصہ رب العالمین تو مانتے ہی ہوں گے' اور یہ بالکل درست ہے لیکن توسل اور اسباب کا انکار مسبب انکار ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ مناظرہ (جو آج مجادلہ اور مکابرہ کی صورت اختیار کر چکا ہے) کا نتیجہ اور ثمر ہے کیونکہ مجادلہ اور مکابرہ میں خواہ ایمان بھی نہ رہے' پروا نہیں کی جاتی۔ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ (افسوس ہے بندوں پر)

اس میں شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حال سے عام مومنین تو درکنار کسی ولی اللہ کو بھی کما حقہ علم نہیں ہے۔ لیکن جن کو اس آفتاب نبوت سے (خواہ ذرہ کی مقدار ہی کیوں نہ ہو) روشنی نصیب ہوئی ہے وہ تسلیم ہی کریں گے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اکیسر ہدایت (کیمیائے سعادت) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یہ ظاہری علم مانند تالاب کے ہے اور باطنی علم مثل چشمہ کے جو زیر زمین ہے' جب تک تالاب کا پانی نکال نہ دیا جائے اور اس کو نیچے سے کریدا نہ جائے' چشمہ کا پانی آنا محال ہے۔''

بھائی! علم اجمالی صورت کے لحاظ سے تین نوع (قسم) پر منقسم ہے۔ ایک ظاہری' جس میں عوام وخواص سب مشترک ہیں۔ جیسے آیات محکمات' احکام اوامر ونواہی' بشارت ونذرات و مُنبّہم۔ دوسرا علم باطنی ہے جو صرف خاصوں کا حصہ ہے۔ عوام اس کے حامل نہیں ہوسکتے۔ اور تیسرا علم وہ ہے جو بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے۔ نہ تو اس کا ذکر عام سے ہوسکتا ہے اور نہ خاص سے۔ پہلا ظاہر علم سے ہے' دوسرا باطنیہ علوم سے اور تیسرا اسرار الٰہیہ سے ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(ترجمہ) فرمایا کہ محفوظ کیں (یاد کیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو تھیلیاں (علم کی) ایک کو میں نے پھیلا دیا تم میں اور دوسری اگر میں پھیلاؤں اس کو تو میری رگ گردن کاٹ دی جائے۔

(بخاری بحوالہ مشکوٰۃ' کتاب العلم)

معاملات کی رو سے عمل اسی پر ہے۔ حسب الحکم ذوالجلال والاکرام حسب استعداد ہر ایک کو تعلیم ہوئی' اور یہ سنت اللہ تعالیٰ اسی طرح جاری ہے اور جاری وساری رہے گی۔ اسی معاملہ کی وجہ سے بالکل ظاہر کے میدان میں دوڑنے والوں کو اعتراضات کا موقع ملا اور اسی وجہ سے انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے حال کو اپنے حال کی مانند سمجھا۔ اسی لئے ان کا علم ان کے لئے حجاب اور سد راہ ہوگیا اور جہالت کے باعث ان کو انکار ہی آسان معلوم ہوا۔ چنانچہ حدیث شریف:

''تنام عینا و لاینام قلبی'' (میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا)

کے جواب میں کہا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بیدار ہی رہتا تو لیلۃ التحریس کے موقع پر مع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قضا نہ ہوتی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اگر کوئی آریہ یا نصرانی یہ اعتراض کرتا تو اسے زیبا بھی تھا لیکن تف (افسوس) ہے ایسی مسلمانی پر جو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی قائل نہیں۔

عزیز من! اگر کچھ نور ایمانی ہے تو اس کے لئے یہی حدیث شریف کافی ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ اور آپ کی نیند ناقص وضو بھی نہیں ہوا کرتی تھی۔ تو ایسی صورت میں حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ قضا ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہے۔ یہ واقعہ حدیث شریف میں ان الفاظ سے ذکر ہوا ہے

(ترجمہ) ''روایت ہے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے کہ اترے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیچ آخر رات کے مکہ کے راہ میں اور حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہ جگا دے ان کو واسطے نماز کے پس سو گیا بلال رضی اللہ عنہ اور سو گئے لوگ یہاں تک کہ جاگے اس حال میں کہ تحقیق طلوع ہوا ان پر آفتاب پس جاگے لوگ پس تحقیق گھبرائے پس حکم کیا ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ سوار ہوں یہاں تک کہ نکلیں اس جنگل سے اور فرمایا تحقیق یہ جنگل ہے کہ مسلط ہے اس میں شیطان۔ پس سوار ہوئے حتیٰ کہ نکلے اس جنگل سے پھر حکم کیا ان کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہ اتریں اور وضو کریں اور حکم فرمایا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ اذان کہے واسطے نماز کے اور تکبیر کہے پس نماز پڑھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ لوگوں کے۔ پھر پھرے اور دیکھی گھبراہٹ ان کی، پس فرمایا اے لوگو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے قبض کی تھیں روحیں ہماری اور اگر چاہتا البتہ پھیرتا ان کو طرف ہماری بیچ غیر اس وقت کے۔ پس جس وقت کہ سو جائے ایک تمہارا نماز سے یا بھول جائے نماز سے پس گھبرائے طرف اس کی پس چاہئے کہ پڑھے اس کو جیسا کہ تھا پڑھتا اس کو وقت اس کے میں۔ پھر التفات کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پس فرمایا تحقیق شیطان آیا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس اور وہ (یعنی بلال) کھڑا نماز پڑھتا تھا۔ پس تکیہ لگوایا اس کو پھر بڑی دیر تک تھپکتا رہا اس کو جیسے تھپکایا جاتا ہے لڑکا۔ یہاں تک کہ سویا وہ پھر پکارا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو، پس خبر دی بلال رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانند اس چیز کی کہ خبر دی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پس کہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گواہی دیتا ہوں میں یہ کہ بے شک آپ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے۔ روایت کی یہ مالک نے بطریق ارسال کے۔ (مشکوٰۃ شریف)

دیکھئے! خود اسی حدیث شریف سے جو نفی علم کے لئے پیش کی جاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ آپ اس حال میں بھی سب حالات سے باخبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر شیطان کے تصرف سے ایسا علم رکھتے تھے کہ گویا آپ دیکھ رہے ہیں اور اسی اطلاع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی تصدیق رسالت کو دہرایا لیکن بایں ہمہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز ادا کی اور وہ اس لئے کہ حکم ظاہر شریعت کے مطابق ہے۔ حال پر نہیں۔ صاحب حال کو حسب استعداد خواہ تقلید حاصل ہوا کرتی ہے لیکن جو صاحب حال نہ ہو اس کے لئے حال کی تقلید حرام ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نماز ادا نہ کرتے تو صاحب حال کے لئے حجت ہو جاتی' سنت بن جاتی اور ان جہلاء کے لئے دلیل بن جاتی جو آج اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم ہر وقت نماز ہی میں رہا کرتے ہیں اور ایک حکمت اس میں یہ تھی کہ اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو عوام کے لئے نیند کی حالت میں نماز کا وقت گزر جانے کی صورت میں سخت مشکل کا سامنا ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریافت فرمانا کسی چیز کے متعلق نفی علم نہیں ہوتا:

نفی علم میں ایک ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتے تھے کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں؟'' سو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا تو دریافت کیوں فرماتے۔'' اس کے جواب کے لئے مولیٰ کریم کے کلام پاک نے ہم کو آزاد کر دیا ہے یعنی جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو وادی مقدس میں ذات باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف بخشا گیا تو اس عزیز الحکیم علیم بذات الصدور نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا:

''وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسَى ٥ قَالَ هِيَ عَصَايَ'' (پ 17، ر 10)

ترجمہ: ''اور تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟ کیا یہ میری لاٹھی ہے۔''

تو اس سے نعوذ باللہ من ذالک یہ لازم آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو خبر ہوتی تو کیوں دریافت فرماتے؟...... اے بھائی! اس مالک کون ومکان سے خوف کرنا چاہئے کہ اس کی غیرت کی شمع ہر وقت جل رہی ہے' مبادا تیرے پروانہ ایمان کو جلا کر راکھ نہ کر دے۔

میرے عزیز! پہلے گزر چکا ہے کہ مطابق سنت اللہ عزوجل علم تین نوع میں منقسم ہے۔ ایک ظاہری

حاشیہ او رح: خیال ہے کہ شاید عوام اس لطیف اشارہ کو نہ سمجھ سکے ہوں لہٰذا اس کی تفہیم کے لئے مثالاً ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک دفعہ ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہمراہ کسی سفر میں تھے اور اثنائے سفر میں آپ گاڑی پر استراحت فرما رہے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے نماز ادا کر لی اور اعلیٰ حضرت کو مطلع کرنے کی کسی نے جرأت نہ کی لیکن جب نماز کا وقت تنگ ہو جانے کا خطرہ لاحق ہوا تو ہم نے قدرے بلند آواز سے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا ''نماز تو ہم پڑھ چکے ہیں۔ ظاہر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔'' چنانچہ آپ نے وضو فرما کر نماز ادا فرمائی۔ اب ہم اس حالی کیفیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے تاوقتیکہ صاحب حال نہ ہو جائیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جب امت کے متاخرین میں سے ایک صاحب حال کی یہ کیفیت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی شان یہ ہے کہ تنام عینای ولاینام قلبی' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی کیفیت بھی اسی حال میں معلوم کر لی۔ تو یقین ہے کہ آپ نے اپنے حال میں ضرور نماز ادا کر لی ہوگی۔ لیکن چونکہ حالی کیفیات کا اظہار عوام کے سامنے منع ہے۔ اس لئے علی الاعلان ذکر نہ فرمایا اور صاحب حال خود بخود سمجھ لیتے ہیں۔ کما ذکر محمد یوسف کاتب عفی عنہ۔

CamScanner

جس کا حکم ظاہر کی طرف ہے۔ دوسرا باطنی جس کا حکم بطن کی جانب ہے اور تیسرا جس کا حکم نہ ظاہر کی طرف ہے اور نہ باطن کی طرف اور وہ معاملہ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان بس ہے۔ چونکہ اس کا حکم ظاہر کی طرف تھا اس لئے باوجود جاننے کے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جس سے مقصود تصدیق اور علم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا نہ کہ اپنی ذات کے لئے علم' جو رفع جہالت کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور مفاد اس کا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خوب جان لیں کہ یہ میرا عصا ہے۔ پھر حکم فرمایا ''اَلْقِ عَصَاكَ'' (ڈال دے عصا اپنا) جب ڈال دیا تو وہ اژدھا بن گیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ڈر گئے۔ فرمایا: خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى یعنی ڈرو نہیں بلکہ اسے پکڑلو۔ ہم اس کو اپنی اصلی پہلی حالت پر جس سے آپ کو تصدیق اور علم کرا چکے ہیں لوٹا دیں گے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریافت فرمانا تصدیق علم غیر کے لئے تھا اور مفاد اس میں یہ تھا کہ میری طرف سے حدیث ہو۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کھجور صدقہ سے ہے یا نہیں؟ اور فرمایا کہ یہ صدقہ اہل بیت پر حرام ہے تاکہ تفصیل کے ساتھ تا قیامت دلیل ہو۔

نیز واقعہ افک کے متعلق جو بے سمجھ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوتی تو آپ اس قدر پریشان نہ ہوتے۔''

اگر ضمیر کے ترازو میں کچھ بھی ایمان وزن رکھتا ہو تو بالکل عیاں (ظاہر) ہے کہ آپ کی پریشانی محض انتظار وحی کے لئے تھی اور دوسرے اس بہتان کی وجہ سے تھی جو افتراء پردازوں نے بے دلیل غل (شور) مچا رکھا تھا' بلا ثبوت شور برپا کر رکھا تھا۔ جس کی نفی بعد میں بڑے غیظ وغضب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک کی سورہ نور کے دو رکوع میں کی گئی۔ اگر آپ کو علم کی بناء پر تسلی وتشفی نہ ہوتی تو اس بہتان کے سبب سے جو عوام میں محل یقین تک پہنچ چکا تھا' آپ کی غیرت فوراً اطلاق کی متقضی ہوتی لیکن بخلاف اس حدیث شریف میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون ہے یا کوئی ایسا ہے جو اس کا بدلہ لے اس آدمی سے جس نے میرے اہل (بیوی) کی بابت مجھے ایذا دی ہے۔ پس قسم ہے اللہ عزوجل کی! کہ مجھے اپنی بیوی کی بابت علم ہے کہ وہ نیک اور پاک ہے اور جس مرد (صفوان) کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی پاک ہے۔

(بخاری' کتاب الشہادات' باب تعدیل النساء)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا ذرا خیال زینت دنیا کی طرف مبذول ہونے سے کیا کچھ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے مہینہ بھر کے لئے ایلا کیا اور مشہور ہو گیا کہ شاید آپ نے طلاقیں ہی دے دی ہیں۔ قرآن مجید' حدیث شریف اور کتب سیر وتاریخ سب اس پر شاہد ہیں۔

العلم حجاب الاکبر (علم بہت بڑا حجاب ہے) کے طوفان میں غرق اور حقیقت سے بے بہرہ، روشنی کو اندھیرا اور اندھیرے کو روشنی سمجھنے والے، کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر جاننے والے صاحبان قرآن مجید میں سے نفی علم غیب کی دلیل ثابت کرنے کے لئے بالخصوص سورۂ یوسف کو اپنا معیار قرار دیتے ہیں اور اپنے خیال سے تعبیر کرتے ہوئے، شیطان کو اپنا معاون و مددگار پکڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اگر حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب من اللہ ہوتا تو اتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجر وفراق میں کیوں روتے رہتے؟''

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب:

افسوس! اگر انصاف کو مدنظر رکھتے اور نور ایمانی کا ایک ذرہ بھی روشن ہوتا تو حقیقت سے اندھوں کو صاف نظر آجاتا کہ یہ سورۂ یوسف نفی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کو من اللہ علم غیب ہونا ثابت کررہی ہے۔ لیکن بقول شاعر

ہرگز بکعبہ نرسی اے اعرابی!
کیں راہ کہ میروی بترکستان ست

کے مصداق بن کر الٹ سمجھ رہے ہیں۔

1 - مولیٰ کریم اپنا فضل وکرم فرما کر اگر ہدایت کی طرف راہ نمائی فرمائیں تو شروع قصہ ہی سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیٹوں نے سوال کیا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے ساتھ سیر وشکار کے لئے روانہ فرمائیں تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی جواب دیا جو آگے چل کر وہ بہانہ لے کر آنے والے تھے یعنی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارۃً ان کو ان کے ارادہ سے مطلع فرمادیا۔ گویا آپ کا آئندہ کی خبر سے خبردار ہونا قرآن مجید سے واضح طور پر ثابت ہورہا ہے۔

(ترجمہ) انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے خوف ناک کردیتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

(پ12، ر12، سورۂ یوسف)

چنانچہ بیٹوں نے آکر یہی جواب دیا

(ترجمہ) ''کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو دوڑنے لگے اور یوسف (علیہ السلام) کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔''

(پ12، ر12، سورۂ یوسف)

پھر بیٹوں کا یہ بہانہ

(ترجمہ) ''کہ ان کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگالائے۔'' (سورۂ یوسف)

CS CamScanner

یہ دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا

(ترجمہ) کہا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے ایک بات بنالی ہے۔(پ12' ر12)

اب ان آیات بینات کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب عقل ضرور تسلیم کرے گا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں کو اس بات سے آگاہ کیا جو ابھی ہونے والی تھی اور پھر فطرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیڑیے کے کھانے کی خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بتائی ہوئی بات جاننا من اللہ تعالیٰ علم غیب پر مطلع ہونے کی صریح (کھلی) دلیل ہے۔

2- برادران حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنیامین کو بموجب حکم عزیز مصر میں لے جانا اور وہاں چوری کے الزام میں پکڑا جانا اور برادران حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ کو آ کر بتانا اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ (بلکہ تمہارے نفس نے تم کو کچھ حیلہ بنا دیا (سورۂ یوسف) فرمانا اور بنیامین کو اس اتہام (الزام) سے پاک جاننا' ہر صاحب دانش' اس بات سے اندازہ کر سکتا ہے کہ سوائے علم کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو مسلمانوں کے عقائد کے رو سے معصوم ہیں' ایسی بات بالکل نہیں نکل سکتی۔

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ برادران یوسف تو اس مقدمہ میں بالکل بے گناہ' بے خبر تھے۔ اس لئے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے آگاہی تھی اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تدبیر سے کوئی حجاب نہ تھا اور آپ کا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ فرمانا انہی کے حق میں تھا۔

3- حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

(ترجمہ) پس صبر بہتر ہے۔ شتاب (جلد ہی) اللہ تعالیٰ لے آئے گا میرے پاس ان سب کو اکٹھا (پ13' ر4)

اور پھر

(ترجمہ) میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

(پ13' ر15)

فرمانا۔ ان آیات قرانی کو بنظر نور ایمانی ملاحظہ کیا جائے تو ہر ذی عقل اور صاحب حیا کو ماننا پڑے گا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائے الٰہی حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پورا علم تھا۔

4- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹوں کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنیامین کی تلاش کے لئے بھیجنا اور

(ترجمہ) اے میرے بیٹو! جاؤ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے بھائی کو

تلاش کرو اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو (پ13 ' ر4)

فرمانا کیا یہ لاعلمی کی دلیل ہے؟ باوجودیکہ بیٹوں نے صاف عرض کر دیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بقول مخالف لاعلمی تھی تو بیٹوں کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنیامین دونوں کی تلاش میں بھیجنا چہ معنی دارد؟ انکار کا موقع ہر اس صاحب ایمان کو جسے کچھ خوف خدا تعالیٰ ہے نہیں مل سکتا۔

5- پھر جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

(ترجمہ) کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ تو مجھے یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بو آرہی ہے (پ13 ' ر5)

چنانچہ جب بشیر (خوشخبری لانے والے) نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قمیص لاکر آپ کے روئے مبارک پر ڈالا تو آپ بینا (دیکھنے والے) ہو گئے اور فرمایا

(ترجمہ) کیا میں نے تم سے نہیں کہہ دیا تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (پ13 ' ر5)

صاف نظر آتا ہے کہ ریح (خوشبو) یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور دراز مسافت سے معلوم ہونا اور آپ کا یہ برملا کہہ دینا کہ میں اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے' علم کی واثق (پختہ' پکی) دلیل ہے۔

6- حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قمیص دے کر بشیر کو روانہ کرنا اور فرمانا

(ترجمہ) یہ میرا قمیص لے جاؤ اور اسے والد (صاحب) کے منہ پر ڈال دو تو وہ بینا ہو کر آئیں گے (پ13 ' ر4)

اس آیت قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ جب کرتہ منہ پر ڈالا جائے گا تو آپ بصیر (دیکھنے والے) ہو جائیں گے اور اس سے انکار کوئی صاحب ایمان ہی کر سکتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ علم غیب پیغمبروں اور نبیوں کو مولیٰ کریم عطا فرماتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ علم غیب کی نفی کرنے والے صاحبان نبیوں اور مرسلوں کے حال کو اپنی حالت پر متصور کرتے ہوئے محض اسی ضد پر رہ کر اصل معاملہ سے اعمیٰ (اندھے) اور ناواقف ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں پر اپنے ضمیر کو مدنظر رکھتے ہوئے اعتراض کرتے وقت حیا سے کام نہیں لیتے ورنہ ہر اہل ایمان کے لئے یہ بات عیاں ہے کہ نبی اور رسول تو درکنار اولیاء اللہ بھی مامور ہوتے ہیں اور باوجود علم ہونے کے حکم خداوندی سے ایک قدم بھی باہر نہیں رکھتے۔

مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کو ہی ملاحظہ فرمایا جائے تو اس کی نسبت کوئی اشکال نہ رہ جائے گا۔ ایک لحہ کے لئے فرض کر لیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت علم نہ تھا لیکن حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو ابا جان کی نسبت بخوبی علم تھا۔ مانا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے غلامی کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے یا قیدی ہونے کی وجہ سے معذور تھے اور خبر نہ دے سکتے تھے لیکن اقتدار حاصل ہونے کے بعد بھی خبر تک نہ کی بلکہ جب برادران غلہ لینے کی غرض سے مصر میں آئے تو بھی اطلاع نہ دی اور نہ ہی والد صاحب (حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کوئی پیغام بھیجا۔ صرف دوبارہ آتے وقت بھائی بنیامین کو ہمراہ لانے کی تاکید فرمائی۔ پھر جب حضرت بنیامین ہمراہ تشریف لائے تو پھر بھی رخصتی کے وقت بھائیوں سے یہ نہ کہا کہ بنیامین میرا بھائی ہے۔ اسے میرے پاس رہنے دو بلکہ ان کو اپنے پاس رکھنے کے لئے بحکم الٰہی یہ تدبیر کی کہ صواع الملک یعنی بادشاہ کا پیمانہ (پانی پینے کا پیالہ) چپکے سے ان کے رحل (کھرجی) میں رکھ دیا۔ جس کے متعلق مولیٰ کریم' عزیز الحکیم فرماتے ہیں -

(ترجمہ) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے تدبیر کر دی ورنہ وہ اپنے بھائی کو شاہی قوانین کے لحاظ سے اپنے پاس نہ رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ عزوجل چاہے۔

(پ 13 'ر 3)

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ من اللہ عزوجل اظہار کی اجازت ہی نہ تھی اور جب احکم الحاکمین کی طرف سے اجازت ہوگئی تو فوراً بتا دیا کہ

انا یوسف وھذا اخی (ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے)

اور فرمایا

(ترجمہ) اپنے سب اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ۔ (پ 13 'ر 4)

ان امور سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مامور من اللہ تعالیٰ نبی مرسل اور اولیاء اللہ باوجود علم ہونے کے حکم خداوندی کے سوا اظہار نہیں کر سکتے۔ تو اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی شان تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ارفع واعلیٰ ہے بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں امتی کی حیثیت رکھتی ہیں آپ کے علم پر گفتگو کرنا اور اعتراض کرنا کہ آپ کو علم نہ تھا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

اے بھائی! انکار کا تو کوئی علاج ہی نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر احادیث تو درکنار نص قطعی یعنی کلام اللہ عزوجل سے کافی شہادت موجود ہے۔ اگر کچھ پنبہ (کانوں میں روئی ڈالنا' بہرہ ہونا) غفلت کو دل کے کانوں سے نکال دے اور چشم بصیرت کو کھول کر دیکھ کہ مولیٰ کریم کیا ارشاد فرما رہے ہیں

(ترجمہ) اور ہمیشہ رہے گا تو خبردار ہوتا' ان کی خیانت سے' مگر تھوڑے ان میں سے' پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بے شک اللہ عزوجل دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔(پ6' ر7)

اور فرمایا:

(ترجمہ) اے اہل کتاب! بے شک آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہے واسطے تمہارے بہت اس چیز سے کہ تھے تم چھپاتے کتاب میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت سے۔ بے شک آیا تمہارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی۔(پ6' ر7)

دوسری جگہ سورۃ تحریم میں فرمایا:

ترجمہ: اور جب نبی (غیب کی خبر دینے والا) نے چھپا کر اپنی بعض بی بی سے ایک بات کہی۔ پھر جب اس بی بی نے خبر دی اس بات کی اور خدا تعالیٰ نے اس بات سے پیغمبر کو آگاہ کر دیا۔ تو پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کچھ تو بتائی اور کچھ نہ بتائی۔

(پ28' ر19)

یہ آیات مبارکہ اس امر کی دلیل ہیں کہ مولیٰ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے تمام مخفی رازوں' شرارتوں اور خیانتوں سے مطلع تو فرما دیا لیکن آپ نے مناسب صورت حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ تو اظہار فرما دیا اور جو اظہار کے قابل نہ تھا اس کو مخفی ہی رکھا۔

قرآن مجید کا نزول کئی وجوہات پر ہوا اور کئی نوع پر منقسم ہے۔ ان سب صورتوں کا اجمالی بیان تین طرح پر واضح ہے جس کا عمل مختلف ہے۔

(1) محکمات۔

(2) متشابہات اور

(3) مقطعات۔

1-محکمات:

جن کے متعلق هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ (وہ اصل کتاب ہیں) فرمایا گیا ہے۔ اس حصہ کا حکم بظاہر احکام پر مبنی ہے یعنی اوامر ونواہی' حلال وحرام معاملات' جزا وسزا فی الدنیا وفی الاخرہ ہے جس کے معانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عمل کے میدان میں کچھ اختلاف ہے۔ جس کا مفاد اس کے وجودی عمل کے اثبات پر ہے۔ خواہ فرع آپس کی ضد کے باعث بلائے جان اور سدراہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اصل کے خلاف کا متقضی نہیں ہوسکتا (تقاضا کرنے والا نہیں ہوسکتا)

2-متشابہات:

جن میں کئی معنوں کا احتمال ہوسکتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ

(ترجمہ) اور متشابہات بھی ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو متشابہات کے درپے ہوتے ہیں کہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں اور مراد اصلی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اس کے۔ ہر ایک ہمارے رب کے پاس ہے اور عقل والے لوگ ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

(پ3'ر9)

3-مقطعات:

ان کے معانی کو سوائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاص الخاص متبعین بندگان خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

محکمات تو عوام کے لئے ہے اور متشابہات خواص کے لئے جن پر منجانب اللہ عزوجل علم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جیسے معراج کا واقعہ، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جنت میں سکونت، شجرہ ممنوعہ اور ہبوط ومثلہا۔ لیکن مقطعات خاص الخاص مرسلین کے لئے ہے جیسے فرمایا:

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (پس وحی کی اپنے بندے پر جو وحی کی)

غور کیجئے باوجود تفصیل کل شئی ہونے کے یہاں اجمالاً بھی ذکر نہیں فرمایا گیا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ کتاب اللہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (یعنی ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے) لیکن یہ کہاں ثابت ہے کہ سب کے لئے یکساں ہے؟ سب کے لئے مساوی تو محکمات بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ علماءِ ظاہر سند حاصل کر کے، دستار فضیلت باندھ کر اپنے فکر کے دریا میں غوطہ زن ہونے کے بعد ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال[1]

اے بھائی! مولیٰ کریم اپنے فضل وکرم سے تجھے صحیح فکر اور نیک سمجھ عطا فرمائیں۔ قرآن حکیم عوام کے لئے تو قال ہی ہے لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خاص الخاص متبعین، نسبت محمدی سے فائزین کے لئے صدر وحال۔ کیوں نہ ہو، یہ کلام اس رب العالمین کا ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ اس لئے اس کا شان نزول دو وجہ پر ہے۔ ایک بظاہر واقعہ کی ضرورت کو پورا کرنے کی رو سے اور دوسرا مطابق حال۔ کافروں کیلئے اور طرح، مومنوں کے لئے اور، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

---

[1]: تمام علم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن لوگوں کے فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

CamScanner

اور شان۔ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق تعلیم ہوئی۔ مناسبت حال سے مناسب امور کا نزول فرمایا گیا۔ گویا شان نزول ہمارے حال کی عبارت سے ہے اور یہ اعجاز کلام الٰہی ہے:

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں)

مثلاً اصحاب کہف کے قصہ میں لوگوں کے اختلاف کو رفع کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا

(ترجمہ) اور اصحاب کہف اپنی غار میں نو (9) اوپر تین سو (300) سال ٹھہرے رہے۔

(پ15 'ر16)

تو ساتھ ہی جواب کفار کے لئے ارشاد ہوا

(ترجمہ) کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جتنا وہ رہے۔ (پ15 'ر16)

بعض معترض کہہ دیں کہ یہ نفی علم نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے علم کی تصدیق ہے اور یہ لایعنی اعتراض ہے کیونکہ اہل ایمان کے لئے تو قرآن مجید کا فرمان بس ہے۔ پھر اللہ اعلم سے کیا فائدہ؟ اور ساتھ قل اس امر کا شاہد ہے کہ یہ رد کفار کے لئے جواب تھا ورنہ قل کی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح قرآن شریف میں جتنے قل نفی علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہیں سب کے سب جواب کفار میں ہیں۔

ایک صاحب اعتقاد نے ان سب کو کسر نفسی پر محمول کیا ہے جس پر مخالف نے اعتراض کیا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک نبی نے جھوٹ کہا ہے اور مولیٰ کریم نے جھوٹ سکھایا ہے؟ کیا اس کتاب میں جھوٹ کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

گو کسر نفسی کے طور پر ایسا جواب کسی حد تک درست ہے جیسے سورۂ یوسف میں ہے کہ جب شاہ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قید سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام سن کر فرمایا کہ پہلے جا کر میرے متعلق ان عورتوں سے دریافت کر دیکھو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ چنانچہ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

(ترجمہ) بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا ہوا تھا۔ جب تم نے یوسف (علیہ السلام) سے (ناجائز طور پر) اپنی کاربرآری چاہی؟ بول اٹھیں کہ ماشاءاللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ (پ12 'ر17)

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ اقدام سراسر اپنی برءت پر مبنی تھا۔ لیکن اپنے آپ کو پاک کہنا ایک عیب ہے۔ اس لئے اپنی زبان مبارک سے یوں فرمایا:

(ترجمہ) اور میں اپنے نفس کو پاک صاف نہیں کہتا۔ بے شک نفس برائی کی طرف حکم کرنے والا ہے۔ (پ13 'ر1)

بالکل اسی اسلوب اور اسی نہج پر یہ آیات مبارکہ ہیں مثلاً

(ترجمہ): (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) کہہ نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس خزانے خدا تعالیٰ کے ہیں اور نہ میں جانتا ہوں غیب کو اور نہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔ (پ7، ر11)

لیکن جن آیات کے شروع میں لفظ قل ہے ان کو کسر نفسی پر تاویل کرنے کی ضرورت اور نہ کسی حیلہ کی حاجت۔ جھوٹ کہنا تو سراسر نادانی اور جہالت ہے کیونکہ یہ شریعت عزا پر الزام کے مطابق ہے اور شرع شریف حکم کے تابع ہے۔ جس کے وجود کے لئے کئی لباس حرام سے حلال اور حلال سے حرام کی صورت میں تغیر وتبدل ہوتے رہے ہیں۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت بموجب

حکم خدا وعلا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا)

اسی کو مکمل کر دینے والی ہوئی۔ تاہم انبیاء ومرسلین کی شریعت عوام سے مرفوع ہی ہے مثلاً مہر کا ادا کرنا، چار سے زیادہ نکاح نہ کرنا اور تہجد کی فرضیت اس امر پر واضح دلائل ہیں۔

اس مقدمہ میں ایک امر غور طلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک کسی شریعت میں ناحق قتل، جھوٹ اور بہتان کبھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہی آئندہ ہوگا۔ فرمایا ہے:

(ترجمہ) ''جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے۔ پس بدلہ اس کا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور غضبناک ہوا اللہ تعالیٰ اوپر اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار کیا واسطے اس کے بڑا عذاب'' (پ15، ر10)

اور

(ترجمہ) ''اور جو کوئی کمائے کچھ خطا یا گناہ، پھر تہمت لگائے ساتھ اس کے بے گناہ کو، پس بے شک اٹھالیا اس نے بہتان اور گناہ ظاہر۔'' (پ5، ر13)

لیکن جب اس باری تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے کسی مصلحت کے پیش نظر کوئی امر ظاہر شریعت کے خلاف مقرر کر دیا تو اس کے لئے وہ حکم جائز اور جاری ہو گیا جیسے حضرت یوسف اور حضرت خضر علیہا السلام کے واقعات سے ظاہر ہے۔

1- (ترجمہ) ''تو جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے شلیتے میں پیمانہ (پیالہ) رکھوا دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلے والو چ یقیناً تم چور ہو۔''

(پ13، ر3)

2- (ترجمہ) ''پس دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام) چل

پڑے۔ حتیٰ کہ کشتی میں سوار ہوئے تو (حضرت خضر علیہ السلام) نے کشتی کو پھاڑ ڈالا اور (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے کہا آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ اس کے سواروں کو غرق کر دیں۔ یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی۔'' (پ15'ر22)

3- (ترجمہ) ''پھر دونوں چلے' حتیٰ کہ راستے میں ایک لڑکا ملا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے ایک بے گناہ شخص کو ناحق بغیر قصاص کے مار ڈالا۔ یہ تو آپ نے بری بات کی۔'' (پ15'ر22)

یہ امر مسلم ہے کہ نزول قرآن شریف خاص واقع ہوا ہے اور حکم اور یہ مناسبت حال کی رو سے ہے مثلاً

(ترجمہ) اور روبرو لائیں گے ہم دوزخ کو اس دن واسطے کافروں کے روبرو لانا۔ وہ لوگ کہ تھیں آنکھیں ان کے بیچ پردے کے یاد میری سے اور نہیں تھے سن سکتے۔

(پ16'ر2)

کا شان نزول خاص کفار کے لئے ہے اور حکم مناسبت رکھنے والوں کے لئے عام۔ مناسبت کے لحاظ سے مومن ہو یا کافر سب برابر ہیں۔ بلکہ باوجود ایمان رکھنے کے اس نسبت کا ہونا زیادہ خطرناک ہے کیونکہ کافر کے متعلق احتمال (شک وشبہ) ہے کہ وہ نور ایمانی کے ذریعے اس اہمیت سے خلاصی پائے لیکن جو ایمان رکھنے کے باوجود اس سے مناسبت رکھتا ہو۔ اس کا اس بلا سے نجات پانا دشوار ہے۔ جب تک وہ اعتقاد کی درستی اور رجوع نہ کرے۔ لہٰذا اس امر سے خوف رکھنا چاہئے کہ جو کلمات بحکم خدا تعالیٰ جواب کفار میں ان کی طرف منسوب ہیں۔ کہیں مومن ان سے مناسبت نہ رکھے۔ اور جو باری تعالیٰ کے غیظ وغضب کے رو سے حجت ختم کرنے کے لئے وارد ہوا ہے۔ اس پر اعتقاد رکھ لینے کے سبب سے نور ایمانی کو نہ کھودے۔

قرآن حکیم کا نزول واقعات کے سوا ایک ایک لفظ حال کے مطابق تطبیق کرنے والا ہے۔ ذرا چشم بصیرت سے غور وفکر کے ترازو میں ایقان (ایمان) کے اوزان سے موازنہ کر کہ توحید یا فعل کا بیان کرتے ہوئے هُوَ الَّذِیْ سے ارشاد ہوتا جو ہمارے حال یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے موافق ہے۔ بعض غیر مسلم خصوصاً آریہ اور عیسائی جہالت کی وجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ ''یہ خدا تعالیٰ کا کلام نہیں ورنہ انی یا انا کا لفظ ہوتا' جو ذات سے اتصال (قرب) رکھتا ہے۔ اور ھو کی نسبت غیر کی طرف ہے۔'' انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلام الملوک ملوک الکلام کے مطابق هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کا کلام جو سراسر حال اور ہمارے حال کے مترادف ہے' پر اسرار واقع ہوا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مشیت ایزدی سے وادی مقدس میں قدم زن (قدم رکھا) ہوئے تو ارشاد ہوا ''اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ'' (بے شک میں ہی ہوں رب تیرا پس اتار لے جوتے اپنے) چونکہ اس وقت تجلیات کا ظہور تھا۔

اس لئے مطابق حال اور ورود ویسا ہی ارشاد فرمایا۔

یوں تو الم سے لے کر و الناس تک سارا کلام الٰہی ہے خواہ وہ قصص (قصہ کی جمع) کی رو سے غیر کا کلام ہو یا حال وکلام کفار۔ گو قرأت کے لحاظ سے خواہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو پڑھنا اور سننا تو ثواب بلکہ فرض ہے۔ لیکن عمل میں از حد اختلاف ہے۔ مثلاً فرعون کی زبان سے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں) کلام الٰہی تو ہے لیکن عمل کے میدان میں بالحال کہنا کفر ہے اور اس کا عامل واجب القتل۔ التحیات یعنی قعدہ نماز میں رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ (اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش) دعاء قرآنی کا پڑھنا جائز اور مروج ہے لیکن جس کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہو' اسے تلاوت اور قرأت کے بغیر دعا کے طور پر پڑھنا بحکم خدا تعالیٰ ممنوع ہے۔ اسی طرح جب آیت قرآن شریف کا شان نزول کفار کے حق میں ہوا ہو اس پر مومنین کا عمل حرام ہے اور جن آیات کے ساتھ قُلْ جو حکم خدا تعالیٰ کا مقتضی ہے اس پر عقیدہ یا عمل مطلق گمراہی ہے لیکن یاد رہے کہ اکثر قل جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ محض سوال کفار کا تعلیماً جواب ہیں۔ ان کو اسی معیار پر حصر (منحصر) کرنا نادانی ہے۔ یہ صرف اس موقع ومحل پر واقع ہوا ہے۔ جن کے انکار کی وجہ سے وعید اور بیان انکار اور وعدہ عذاب کی تفصیل درج ہے۔ جن کے لئے بات پوری ہو چکی۔ کچھ تو مِثْلُکُمْ کی وجہ پر بیان ہو چکے۔ جن کو دوبارہ درج کرنا بے سود ہے۔ باقی سب کے سب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تا کہ یہ اشکال پوری تکمیل کے ساتھ حل ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تو اس علیم وخبیر نے پہلے ان کے مشوروں کی خبر دی کہ

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(ترجمہ) "اور چھپ چھپ کر مشورہ کیا ان لوگوں نے کہ ظالم ہیں کہ نہیں یہ مگر بشر ہے مثل تمہاری۔"

پھر جواب کفار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں)

جو ان کے حال کے مناسب تھا۔

اب نہایت ادب سے التجا بلکہ استغاثہ ہے کہ اس سلطنت قرآن کی حکمرانی میں سیر کریں ہر بازار اور گلی کوچہ میں تجسس (تلاش) کر دیکھیں' ہر محل اور ہر موقع میں چراغ ایمان کی روشنی سے متلاشی ہوں' ہر شجر کی ٹہنیوں اور پتوں کے رگ وریشہ سے معلوم کریں' ہر وادی میں سرگردانی کریں' ہر گلستان کی ہر بہار کے پھولوں کی خوشبو سونگھیں' اس میں آفتاب کے تصرفات کو دریافت کریں' اس کی رات کے ماہتاب' ستاروں اور سیاروں کی حرکات وسکنات کا ملاحظہ فرمائیں کہ کہیں مومنین کی شان یا ان کے جواب میں یا ان

کے اعتقادات کی بناء پر ان کو مطلع کرنے کے لئے، حقیقت کو عیاں (ظاہر) کرنے کے لئے بھی ایسا بیان ہوا ہے؟ یعنی ارشاد باری تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ مومنوں سے کہہ دو جو قل واجب کفار کے مثل اور مانند ہوں؟ ایک کلمہ تو درکنار یہ ایک حرف بھی میدان قرطاس میں کلام الٰہی سے اس قسم کا نہیں ملے گا۔

ہاں، بالمومنین رء وف الرحیم (مومنوں کے ساتھ شفقت کرانے والے مہربان) حکمت سکھانے والے حکیم، رحمتہ للعالمین (تمام جہانوں کے لئے رحمت) مطابق رحمة الله قريب من المحسنين (بے شک رحمت اللہ تعالیٰ کی قریب ہے نیکوکاروں سے)، معلم ومزکی، مبشر ونذیر، سراجا منیر۔

نزول قرآن حکیم کے مطابق مولیٰ کریم کا معاملہ کفار کے ساتھ ان کے اعتقادات اور انکار واعمال کی وجہ پر ان کے حال کے مناسب ہے اور مومنین کے ساتھ ان کے اعتقادات اور تسلیم اعمال کی بناء پر ان کے حال کے مناسب۔ مثلاً شدید العقاب (نہایت سخت عذاب والا) کفار کے لئے ہے تو غفور ورحیم (بے حد بخشش کرنے والا نہایت مہربان) مومنین کے لئے۔ عمل کے میدان میں خدا تعالیٰ کا تصرف بالکل عیاں ہے۔ جو فرمان تعلیماً نازل فرمائے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

(ترجمہ) مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا، درمیان اپنے جیسا پکارنا بعضے تمہارے کا ہے بعضوں کو (پ 18، ر 15)

اور

(ترجمہ) اے اہل ایمان! خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے پہلے بات نہ کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک خدا تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں، خدا تعالیٰ ان کے دل (ظہور) تقویٰ کے لئے آزمائے ہیں، ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ (سورۂ حجرات، پ 26، ر 13)

پھر فرماتے ہیں (ترجمہ) اور چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں صاحبوں آرام کے کو اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی (پ 29، ر 13) اور فرمایا:

کہہ اے کافرو! نہیں عبادت کرتا میں اس چیز کی کہ عبادت کرتے ہو تم۔

(پ 30، ر 34)

دیکھئے! متذکرہ بالا آیات جو مومنین کے خلاف ہیں۔ اسی طرح یہ قل جو بالکل حکم خدا تعالیٰ کے مترادف ہے، اہل ایمان کے لئے سمجھنا سراسر گمراہی ہے۔ کیونکہ یہ محض کفار کے لئے ہے اور انہی کے

مناسبت حال کی رو سے ہے۔ اور جو مومنوں کے لئے ہیں لیکن پر ایمان رکھنا اہل اسلام کے لئے اکسیر ہدایت اور سبیل رشد (سیدھا راستہ) اور دونوں جہان کی کامیابی ہے۔ ورنہ باوجود مومن ہونے کے اعمیت اور ہدایت سے محرومیت کا باعث ہے اور وہ اس لئے کہ جس چیز پر اعتقاد نہ ہو اس سے حصول ناممکن ہوتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: (ترجمہ:) انہوں نے کہا اے میری قوم! کیا دیکھا تم نے اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہو' جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہو۔ تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے باندھ سکتے ہیں اور تم اس سے بیزار ہو۔ (پ12 'ر3)

تو ان ہر دو قسم کی آیات میں جو ایک دوسری کی متعارض (ایک دوسرے کا مخالف) محسوس ہوتی ہیں' سخت اختلاف ہے۔ صاحب اعتقاد ان کو پلیل پکڑیں گے' اور نہ ماننے والے ان کو دلیل بنائیں گے۔ لیکن اس صورت میں بموجب فرمان ایزد متعال

(ترجمہ) بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر یہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (پ5 'ر8)

وحدانیت اور کلام الٰہی میں سخت فرق لاحق ہوگا جس سے نور ایمانی کے ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے اس تطبیق کے سوا چارہ نہیں اور دلائل کی رو سے ماننا ہی پڑے گا کہ جواب کفار منکرین کے لئے ہے اور اثبات علم مومنین کے لئے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ کس وضاحت سے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهِ (جس نے فرمانبرداری کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پس بے شک فرمانبرداری کی اللہ تعالیٰ کی) فرمایا ہے۔

اس موقع پر آج کل کے عالم حجاب؛ کبر کے بحر (سمندر) میں غوطہ لگانے کے بعد ضرور کہہ دیں گے کہ ''ہمارا اور پیغمبر کا فرق صرف وحی کا ہے ورنہ مثلنا میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور وحی پر ہمارا ایمان ہے۔'' معلوم ہوتا ہے کہ شاید وحی کو انہوں نے اس رقعہ یا پروانہ کی مانند سمجھ رکھا ہے جو ایک دوسرے کی طرف بھیجا جاتا ہے اور انہیں یہ نہیں معلوم کہ وحی ایک ایسی حالت ہے جس کا برگزیدہ ہستیوں کے سوا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ نظر عمیق (کامل) ہے تو دیکھو مولیٰ کریم ان کفار کے جواب میں کیا ارشاد فرما رہے ہیں جن کو نبوت کی ہوس تھی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (پ8 'ر2)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رکھے رسالت اپنی کو۔''

یہاں ایک لفظ اظہار کے قابل ہے کہ مثلنا تو فعل اور اعتقاد کفار ہے۔ رؤف ورحیم اس سے مومنوں کو بچائے رکھے۔ رہا یہ کہ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کے ذریعے احکام الٰہی ہم کو

پہنچیں۔ان پر عمل کرنا ہے
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہِ ہے۔(جس نے اطاعت کی رسول کی بے شک اطاعت کی اللہ کی)
لیکن اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ (اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو) جو اصل ایمان اور نور ایقان ہے۔
فَاتَّبِعُوْنِیْ (پیروی کرو میری) کے سوا محال ہے۔
(الانسان فی القرآن ص 170 تا 212)

(احقر محمد نذیر خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف)

قصیدہ نور

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اک ستارا نور کا

ان کے قصر قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

بیچ کرتا ہے فدا ہونے کا لمحہ نور کا
گرد سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنام نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر پر سہرا انور کا بر میں شہانہ نور کا

وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیا نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنے نور کا

جو گدا دیکھو لے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

انجمن والے ہیں انجمن بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

نور کی سرکار سے پایہ دوشالا نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

قبر انور کہیے یا قصر معلّٰی نور کا
چراغ اطلس یا کوئی سادہ قبہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرا نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا یہ چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(حدائق بخشش)

☆☆☆☆

مندرجہ ذیل بیان ''کتاب ذکر الحسین فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''
مصنف مفتی اعظم علامہ محمد شفیع صاحب اوکاڑی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔
حضور قبلہ سید محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ المعروف چن
جی سرکار آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی خصوصی اجازت سے اس مضمون
میں شامل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الحمد للہ الذی لمیزل ربا رحیما کریما عالما قدیرا وتراحیا قیوما
سمیعا بصیرا والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین خاتم
النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سیدنا ومولانا محمدن الذی
ارسل الی الخلق بشیرا ونذیرا وعلیٰ الہ الطیبین الطاھرین وصحبہ
المکرمین المعظمین وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔ اما بعد
فاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ○ (قرآن پارہ 6 ، رکوع 7)

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صراحۃً نور فرمایا جیسا کہ جمہور مفسرین معتمدین نے اپنی اپنی تفاسیر کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

کیونکہ آیت کریمہ میں کتاب مبین کو بطور عطف لایا گیا ہے اور اصل عطف میں یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہو۔ معلوم ہوا کہ نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہیں اور جب تک کوئی تعذر یا استحالہ شرعی لازم نہ آئے اصل اور حقیقت سے عدول جائز نہیں چنانچہ ترجمان القرآن حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِىْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(تفسیر ابن عباس ، ص 72)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام الکبیر علامہ امام جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ یعنی بالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ انار اللّٰه به الحق واظهر به الاسلام ومحق به الشرك ۔ (تفسیر ابن جریر)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹایا۔

محی السنۃ علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ یعنی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انما سماه الله نورا لا نه یهتدی به كما یهتدی بالنور فی الظلام ۔

(تفسیر خازن' ص417)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔

امام علامہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

والنور محمد علیه السلام لانه یهتدی به كما سمی سراجا ۔

(تفسیر مدارک' ص417 ج1)

اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کو سراج منیر فرمایا گیا ہے۔

امام المتکلمین علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:
ان المراد بالنور محمد وبالكتاب القرآن ۔ (تفسیر کبیر' ص3/395)

بلاشبہ نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف المعطوف علیه ۔

(تفسیر کبیر' ص3/395)

یہ قول ضعیف ہے کیونکہ عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ثابت کرتا ہے۔

امام جلالۃ الملۃ والدین حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

CamScanner

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

(تفسیر جلالین)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور وہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ عظیم وهو نور الانوار والنبی المختار صلی الله علیه وسلم الیه هذب قتادة الزجاج ۔

(روح المعانی' ص 6/87)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور عظیم اور وہ نور انوار نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی مسلک حضرت قتادہ اور زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قیل المراد بالاول هوالرسول صلی الله علیه وسلم وبالثانی القرآن ۔

کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی یعنی کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔

اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

سمی الرسول نور الان اول شیء اظهره الحق بنور قدرته من ظلمة العدم کان نور محمد صلی الله علیه وسلم کما قال اول ماخلق الله نوری ۔(تفسیر روح البیان' ص 1/547)

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ہے۔

امام الجلیل محی السنۃ ابی محمد الحسین الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد جآء کم من الله نور یعنی محمدا صلی الله علیه وسلم ۔

(تفسیر معالم التنزیل' ص 2/23' حاشیہ خازن)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

علامہ امام حافظ ابو الفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد سماه الله تعالی فی القران نورا وسِرَاجًا مُّنِيْرًا فقال تعالیٰ قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ وقال الله تعالیٰ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وقال فی غیرهذا الموضع انه کان

لاظل لشخصه فی شمس ولاقمر لانه کان نورا وان الذباب کان لایقع علی جسده ولاثیابه ۔(شفاشریف)

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کا نام نور اور سراج منیر رکھا جیسا کہ فرمایا بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب اور فرمایا ہم نے آپ کو بھیجا شاہد ومبشر ونذیر اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور سراج منیر بنا کر اور بلاشبہ آپ کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں کیونکہ آپ نور محض تھے اور نہ ہی آپ کے جسم مقدس اور لباس اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور وکتاب مبین ومراد از نور ذاتِ پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم است ونیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترا شاہد ومبشر ونذیرا وداعی الی اللہ وسراج منیر فرستادہ ایم ومنیر روشن کنندہ ونور دہندہ را گوئید پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے اں ذات پاک راہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ اولادِ آدم اند مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود راچناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند وبہ تواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند وظاہر ست کہ بغیر نور ہمہ اجسام ظل میدارند۔

(امداد السلوک، ص 85)

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد مبشر ونذیر وداعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں پس اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے یہ امر میسر نہ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اگرچہ جملہ اولادِ آدم علیہ السلام سے ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کو ایسا مطہر فرمایا کہ نور خالص ہوگئے اور تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات گنگوہی صاحب کی اس عبارت میں غور کریں اور دیکھیں کہ اس عبارت میں کتنے مسائل کا حل موجود ہے۔

1-آیہ کریمہ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔
2- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر بنایا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں لہٰذا آپ دوسروں کو بھی روشن کرتے اور نور دیتے ہیں۔
3- آپ خالص نور ہو گئے تھے۔
4- تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نور تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o (پارہ 18 ' رکوع 10)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین میں' اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی' قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگر چہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے اللہ ہدایت فرمایا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے اللہ کا نور کیا ہے اور اس مثال کا مطلب کیا ہے۔
نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
المراد بالنور الثانی هنا محمد صلی الله علیه وسلم وقوله تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِهٖ ای نور محمد صلی الله علیه وسلم ۔ (شفا شریف' ص 10)
اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَثَلُ نُوْرِهٖ میں نور ثانی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
اور مثال کے متعلق محی السنۃ علامہ علاؤ الدین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن محمد المعروف بالخازن فرماتے ہیں:

وقیل وقع هذا التمثیل لنور محمد صلی الله علیه وسلم قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قوله تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ قال کعب هذا مثل ضربه الله لنبیه صلی الله علیه وسلم فالمشکوٰة صدره والزجاجة قلبه والمصباح فیه النبوة تو قدمن شجرة مبارکة هی شجرة النبوة یکاد نور

محمد صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ یتبین للناس ولو لم یتکلم بہ انہ نبی کما یکاد ذلک الزیت یضئی ولو لم تمسسہ النار .

(تفسیر خازن، ص 1/332)

اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے (چنانچہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ کا معنی مجھے بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرمائی ہے تو مشکوۃ (طاق سے) مراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب اور مصباح (چراغ) سے مراد نبوت ہے جو نبوت کے مبارک شجر سے روشن ہے اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان نہ فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

المشکوۃ جوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم والزجاجۃ قلبہ والمصباح النور الذی جعلہ اللہ فیہ لاشرقیۃ ولاغربیۃ لایہودی ولانصرانی توقدمن شجرۃ مبارکۃ ابراھیم نور علی نور نور قلب ابراھیم ونور قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم .(تفسیر خازن، ص 3/332)

کہ طاق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ نے اس میں رکھا ہے۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی ابراہیم (علیہ السلام) سے نور پر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم پر نور قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شمع دل، مشکوۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ٥ (قرآن، پارہ 10، رکوع 10)

(کفار) تو چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کا نور بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ یَقُوْلُ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّهْلِكُوْا مُحَمَّدًا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (تفسیر در منثور ص 231 ج3)

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں
سے اللہ کا نور بجھا دیں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کریں۔

قرآن کریم کی آیات اور تفسیری روایات سے صراحناً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور
ہیں اور اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب
قرار دیا۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں آنا خلقت
محمدی ہے اور اس دار دنیا میں رونق افروز ہونا ولادت محمدی اور چالیس برس کی عمر شریف میں وحی الٰہی سے
مشرف ہو کر داعی الی الحق ہونا بعثت محمدی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

عالم اجسام سے پہلے عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کا
موجود ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ
عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۝
(قرآن کریم، پارہ 3، رکوع 16)

اور جب کہ اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں
پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول معظم تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم
سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس
(عہد) پر میرا بھاری ذمہ لیتے ہو سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر
گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیۂ کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوا ہے کہ اجسام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت
ہو چکی تھی اور ان کی ذوات مقدسہ عالم ارواح میں جلوہ گر تھیں اور صفت نبوت سے موصوف ہو چکی تھیں
ورنہ ان سے عہد و پیمان کا لیا جانا کس طرح صحیح متصور ہوگا۔

رہا یہ امر کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات اور جمیع انبیاء کرام کی خلقت سے پہلے ہے تو یہ
قرآن کریم سے اشارۃً اور صحیح احادیث سے صراحناً ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝ (قرآن کریم، پارہ 17)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اس آیہ کریمہ میں العٰلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے جس طرح الحمد للہ رب العلمین میں العٰلمین اپنے عموم پر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے اور رحمت کی حاجت ہوتی ہے کس کو؟ جس کے لئے وہ رحمت ہوا تو جب آپ کی ذات اقدس کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا تو ثابت ہوا کہ تمام جہان آپ کی رحمت کے محتاج ہیں اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے تو ضروری تھا کہ آپ کی ذات مقدسہ تمام عالموں سے پہلے ہوتی۔ نیز آپ کی ذاتِ مقدسہ عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہے اس لئے بھی آپ کا مخلوق سے پہلے موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ (میلاد النبی، ص 10)

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قلت یارسول اللہ بابی آت وامی اخبر لی عن اول شی ء خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیآء قال یاجابر ان اللہ تعالیٰ قدخلق قبل الاشیآء نور نبیک من نوره فجعل ذلک النور یدور بالقدرة حیث شآء اللہ ویم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولاجنة ولانار ولاملک ولاسمآء ولاارض ولاشمس ولاقمر ولاجنی ولاانسی فلمآ اراداللہ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعة اجزآء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم تسم الجزء الرابع اربعة اجزآء فخلق من الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکة ثم قسم الرابع اربعة اجزآء فخلق من الاول السموت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنة النار ثم قسم الرابع اربعة اجزآء فخلق من الاول نور ابصارهم ومن الثانی نور قلوبهم وهی المعرفة باللہ ومن الثالث نور انسهم وهو التوحید لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ۔

(مواہب اللدنیہ 1/9، زرقانی، ص 1/46، سیرت حلبیہ، ص 1/30)

کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح

نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ' نہ فرشتہ نہ آسمان' نہ زمین' نہ سورج' نہ چاند' نہ جن' نہ انس' (کچھ بھی) نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے پہلے حصے سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے' پہلے حصہ سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی' تیسرے سے باقی سب فرشتے پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے (ساتوں) آسمان' دوسرے سے (ساتوں) زمینیں تیسرے سے جنت دوزخ پیدا کئے اور چوتھے کے پھر چار حصے کر دیئے' پہلے حصے سے (مومنوں کی) آنکھوں کا نور' دوسرے سے ان کے دل کا نور جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ تیسرے سے ان کے انس ومحبت کا نور' اور وہ توحید ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ!

ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق الشمس من جزء وخلق القمر من جزء والكواكب من جزء واقام الجزء الرابع فى مقام الرجاء اثنى عشر الف سنة ثم جعله اربعة اجزاء فخلق العقل من جزء والعلم والحلم من جزء والعصمة والتوفيق من جزء واقام الرابع فى مقام الحياء اثنى عشر الف سنة ثم نظر اليه فترشح النور عرقا فقطر منه مائة الف وعشرون الفا واربعة الاف قطرة فخلق الله من كل قطرة نبيا ورسولا ثم تنفست ارواح الانبياء فخلق الله من انفاسهم نور ارواح الاولياء والسعداء والشهداء والمطيعين من المؤمنين الى يوم القيامة فالعرش والكرسى من نورى والكروبيون والروحانيون من الملائكة من نورى وملائكة السموات السبع من نورى والجنة وما فيها من النعيم من نورى والشمس والقمر والكواكب من نورى والعقل والعلم والتوفيق من نورى وارواح الانبياء والرسل من نورى والشهداء والسعداء والصالحين من نتائج نورى ثم خلق الله اثنى عشر حجاباً فاقام النور وهو الجزء الرابع فى كل حجاب الف سنة وهى مقامات العبودية وهى حجاب الكرامة والسعادة والزينة والرحمة والرافة والحلم والعلم ولوقار والسكينة والصبر والصدق واليقين فعبد الله ذالك النور فى كل حجاب الف سنة فلما خرج ذالك النور من الحجب ركبه الله فى الارض فكان يضيئى منه بين المشرق والمغرب كالسراج فى الليل المظلم ثم خلق الله آدم من الارض وركب فيه النور فى جبهته ثم انتقل منه الى شيث ولده وكان ينتقل من طاهر الى

طاهر ومن طيب الى طيب الى ان وصل الى صلب عبدالله بن عبدالمطلب ثم اخرجني الى الدنيا فجعلني سيد المرسلين وخاتم النبيين ورحمة للعالمين وقائد الغر المحجلين هذا كان بدء نور نبيك يا جابر ۔

(الدارر البهية' ص 4)

پھر چوتھے حصے کے چار حصے کر دیئے پہلے حصے سے سورج' دوسرے سے چاند اور تیسرے سے تارے پیدا کئے اور چوتھے حصے کو مقام رجائیں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا۔ پھر اس کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے عقل' دوسرے سے علم وحلم اور تیسرے سے عصمت وتوفیق پیدا فرمائی اور چوتھے حصے کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال تک مقیم رکھا پھر اس کی طرف ایک ایسی نظر فرمائی کہ اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے نبی اور رسول پیدا فرمائے۔ پھر انبیاء کرام کی ارواح نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانس سے قیامت تک ہونے والے سعداء شہدا اور اطاعت کرنے والے مومنوں کی ارواح کے نور کو پیدا فرمایا (تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) عرش وکرسی میرے نور سے ہے کروبین اور روحانین فرشتے میرے نور سے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں جنت اور اس کی ساری نعمتیں میرے نور سے ہیں۔ سورج' چاند اور ستارے میرے نور سے ہیں۔ عقل' علم اور توفیق میرے نور سے ہے۔ ارواح انبیاء ورسل میرے نور سے ہیں۔ شہداء' سعداء اور صالحین میرے نوری بچوں سے ہیں۔ پھر اللہ نے بارہ حجاب پیدا فرمائے اور نور کے چوتھے حصے کو ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال تک مقیم رکھا اور وہ مقامات عبودیت ہیں اور وہ کرامت' سعادت' زینت' رحمت' رافت' علم' حلم' وقار' سکون' صبر' صدق اور یقین کے حجابات ہیں۔ پھر اس نور نے ہر حجاب میں ایک ہزار سال عبادت کی۔ پھر جب وہ نور حجابات میں سے نکلا تو اللہ نے اس کو زمین پر رکھا۔ تو وہ مشرق اور مغرب کے درمیان اس طرح چمکتا تھا جس طرح اندھیری رات میں روشن چراغ ہو پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں رکھا۔ پھر وہ نور ان سے منتقل ہو کر ان کے بیٹے شیث (علیہ السلام) میں آیا۔ اسی طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف اور طیب سے طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے صلب میں آیا (فرمایا) پھر اللہ نے مجھے دنیا کی طرف نکالا اور مجھے سید المرسلین' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین اور قائد الغر المحجلین بنایا یہ ہے تیرے نبی کے نور کی ابتدا اے جابر۔

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو مختصر ہی بیان کیا ہے لیکن شیخ الاسلام امام محمد

نووی الشافعی نے اپنی کتاب الدرر البھیۃ فی شرح خصائص النبویہ میں پوری حدیث بیان کی ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔

اس حدیث کے مخرج امام اجل حضرت عبدالرزاق ہیں جو امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر امام کے استاد ہیں' امام بخاری کے استاد الاستاد ہیں۔ احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں:

قلت لاحمد بن حنبل رأیت احدا احسن حدیث من عبدالرزاق؟ قال لا!

(تہذیب التہذیب' ص 6/311)

میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہتر دیکھا فرمایا نہیں۔

علامہ امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد خلق کل شئی من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما وردابہ الحدیث الصحیح۔ (حدیقہ ندیہ)

بلاشبہ تمام اشیاء ان کے نور کے سبب سے پیدا ہوئیں صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبوۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملئکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیء۔ (مطالع المسرات)

عقائد میں اہل سنت کے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نور ہے جو کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے نور کے ٹکڑے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور کے سبب سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

ولذا کان نورہ صلی اللہ علیہ وسلم اول المخلوقات فمعنی الخبر اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر۔ (روح المعانی' پ 17' ض 96)

(چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصول فیض میں واسطۂ عظمیٰ ہیں) اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول المخلوقات ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر!

حدیث مذکورہ میں نورہ فرمایا اور نورہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ صفاتی سے نہیں ورنہ من نور جمالہ یامن نور علمہ وغیرہ ہوتا اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور کا ٹکڑا یا حصہ ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے اور یہ اضافت تشریفی ہے جیسے روح اللہ۔ بیت اللہ کہا جاتا ہے کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پتھر وغیرہ اللہ کی ذات کے ٹکڑے یا اجزاء ہیں؟ یا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے اور جز ہیں؟ ہرگز نہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (القرآن) پس جب میں اس (آدم) کو ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو اس کو سجدہ کرنا بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے پھونکا تو کیا آدم علیہ السلام کے اندر اللہ کی روح کا ٹکڑا جدا ہو کر داخل ہو گیا تھا؟ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی روح ٹکڑے ہونے سے پاک ہے۔ اسی طرح نور بھی۔ تو جس طرح اپنی روح سے پھونکا۔ اسی طرح اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ نہ روح ٹکڑے ہوئی نہ نور ٹکڑے ہوا' وہ اللہ کی روح' تو یہ اللہ کا نور' غرض اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر اسی نور پاک سے تمام مخلوق پیدا فرمائی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری (مدارج النبوت) کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے۔ اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں اسی حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقۃ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے متاخر ہونا حدیث میں منصوص ہے۔

(نشر الطیب' ص 7)

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں:

بداں کہ اول مخلوقات وواسطۂ صدور کائنات دواسطۂ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ درحدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ وحدیث اول ماخلق اللہ العقل نزد محققین ومحدثین بہ صحت نہ رسیدہ وحدیث اول ماخلق اللہ القلم نیز گفتہ اند۔ (مدارج النبوۃ' ص 2/2)

CamScanner

جان لو کہ اول مخلوقات و واسطۂ صدور کائنات واسطۂ تخلیق عالم و آدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور باقی تمام مخلوقات علوی و سفلی اسی نور اور اسی جوہر پاک سے پیدا ہوئی اور حدیث کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے محققین و محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچی جس میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

شبہ:

جب ساری مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگئی؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوق اس آفتاب وجود سے فیضانِ وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارض میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اور جواہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی بھی اچھی طری خاصیت کا اثر ان شعاعوں پر نہیں پڑتا۔ نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لئے قباحت ونقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا اثر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات' معدنیات ونباتات وغیرہ کے الوان طعوم وروائح کھٹامیٹھا مزا' اچھی بری بو سب کچھ سورج کی شعاعوں پر برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف وخواص پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر انہیں قبیح' ناپاک اور برا کہا جاتا ہے لیکن ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک اور گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ (میلاد النبی' ص16)

حضرت ابن عباس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض

کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی ؟

قال کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ..

(ترمذی' بخاری' فی التاریخ' مشکوۃ' ص513' خصائص کبریٰ' ص1/3)

فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے (یعنی ان کے جسم میں ابھی روح نہیں پھونکی گئی تھی)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں علم الٰہی میں نبی تھا۔ سوان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اگر آپ کی یہ مراد ہوتی تو اس میں پھر آپ کی کیا تخصیص تھی۔ علم الٰہی میں تو تمام چیزیں آپ کے وجود سے بھی پہلے تھیں' تو یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ آپ کی مراد یہ نہ تھی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف وکمال وجود اور ذات کے تابع ہوا کرتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وصف ہو اور موصوف نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ کا وجود آدم علیہ السلام سے پہلے تھا اور وہ وجود نوری تھا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق ادم باربعة عشر الف مائة عام .(زرقانی' ص1/49)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے۔

(نشر الطیب' ص8)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سال جبریل علیہ السلام کم عمرت من السنین قال اللہ لا ادری غیر ان کوکبا فی الحجاب الرابع یظھو فی کل سبعین الف سنة مرة رأیة اثنین وسبعین الف مرة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاجبریل وعزة ربی انا ذلک الکوکب .

(سیرت حلبیہ' ص1/49' جواہر البخاری فضل النبی المختار' ص776' روح البیان' ص3/543)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

CamScanner

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس لئے رکھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اٹھاؤ۔

فرفع راسه فرای نور محمد صلی الله علیه وسلم فی سرادق العرش فقال یارب ماهذا النور قال هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی السمآء احمد و فی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سمآء ولا ارضا ۔

(زرقانی علی المواہب' ص 1/44)

انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ عرض کیا اے میرے پروردگار یہ نور کیا ہے۔ ارشاد ہوا یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اول النبیین فی الخلق واخرهم فی البعث ۔

(ابن ابی حاتم' دلائل النبوۃ' خصائص کبریٰ' ص 1/3)

میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں!

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ' اور سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہیں یعنی صفت نبوت کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی' اور انتہائی بھی آپ ہی کی ذاتِ بابرکات پر ہوئی نہ آپ سے پہلے کوئی نبی تھا نہ بعد میں کوئی نبی ہوگا۔

حد پہ پہنچ کر ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں
دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہوا کہ باعث ایجاد دو عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نیز ان احادیث میں غور وفکر کرنے سے آپ کی بشریت مطہرہ کا مسئلہ بھی بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ سب مسلمان جانتے ہیں کہ بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر نہ تھا مگر آپ تھے' اور کیا تھے؟ اس کے متعلق خود آپ کے ارشاداتِ مبارکہ گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکے ہیں کہ آپ نور تھے۔

ثابت ہوا کہ جس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا تھا وہی نور تمام انبیاء کرام کے بعد بشریت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوا۔ بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب ونقص سے پاک اور مبرا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
باید دانست کہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلقے ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت نہ دارد کہ او صلے اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلیٰ مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ۔

(مکتوبات شریف، جلد سوم)

جاننا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی طرح کی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاءِ عنصری کے اللہ جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

(کتاب ذکر الحسین فی سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ختم ہوا)

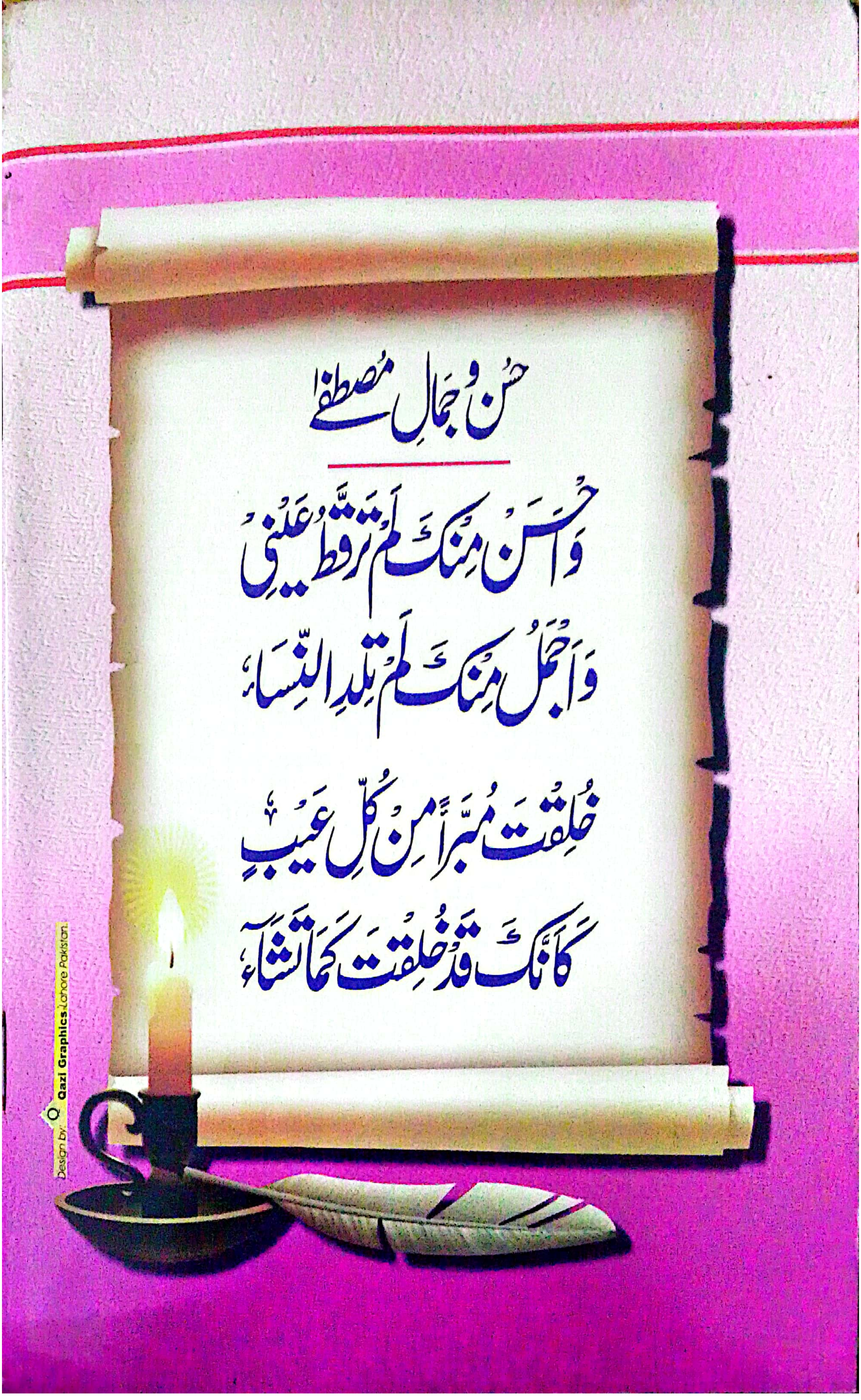
حسنِ و جمالِ مصطفیٰ
وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
Design by: Qazi Graphics Lahore Pakistan.